قائداعظمؒ اور قرآن فہمی

محمد حنیف شاہد

قائداعظمؒ اور قرآن فہمی

محمد حنیف شاہد

نظریۂ پاکستان فاؤنڈیشن

مادرِ ملتؒ پارک، شاہراہ قائداعظمؒ لاہور

فون: 9201213-14 فیکس: 9202930

جملہ حقوق بحق ناشر محفوظ

کتاب کے مندرجات کی ذمہ داری مصنف پر ہے

کتاب	:	قائداعظمؒ اور قرآن فہمی
مصنف	:	محمد حنیف شاہد
نگرانِ اعلیٰ	:	ڈاکٹر رفیق احمد
ناشر	:	نظریۂ پاکستان فاؤنڈیشن، لاہور
مطبع	:	نظریۂ پاکستان پرنٹرز، لاہور
مہتمم اشاعت	:	رفاقت ریاض
سرِ ورق	:	شازیہ بھٹی
کمپوزنگ	:	نوید انور
سالِ اشاعت	:	2007ء
تعداد اشاعت	:	2000

Published by

Nazaria-i-Pakistan Foundation

Madar-i-Millat Park, Shahrah-i-Quaid-i-Azam, Lahore.

E-mail: foundation@nazariapak.info Web: www.nazariapak.info

Ph. 9201213-9201214 Fax. 9202930

Printed at: Nazaria-i-Pakistan Printers,
10-Mutlan Road, Lahore.Ph: 7466975

ایمان اتحاد نظم

ادارتی نوٹ

نظریۂ پاکستان فاؤنڈیشن کی مطبوعات کا ایک واضح مقصد ہے اور وہ ہے پاکستان کی نظریاتی اساس اور عظیم تاریخی اور تہذیبی ورثے سے متعلق معلومات میں اضافہ کرنا، علامہ اقبالؒ اور قائداعظم محمد علی جناحؒ کے ارفع خیالات اور کارناموں کے متعلق مستند حوالوں سے آگاہی پیدا کرنا اور نئی نسلوں میں ملک و قوم کے بارے میں احساسِ تفاخر کی پرورش کرنا۔ فاؤنڈیشن کو پختہ یقین ہے کہ بانیان پاکستان کے افکار و کردار کے بارے میں مستند معلومات بہم پہنچا کر ہی پاکستانیوں کی آرزوؤں اور مسائل کا صحیح ادراک حاصل ہوسکتا ہے' قوم کے حال اور مستقبل کو سنوارا جاسکتا ہے اور اسے مادی، علمی، نظریاتی اور روحانی بلندیوں تک پہنچایا جاسکتا ہے اور اُس جمہوری روح کو از سر نو بیدار کیا جاسکتا ہے جو عظیم تحریک پاکستان کا طرۂ امتیاز تھی۔

سیکرٹری
نظریۂ پاکستان فاؤنڈیشن

نظریۂ پاکستان فاؤنڈیشن

کے اغراض ومقاصد

1- نظریۂ پاکستان فاؤنڈیشن کی ترویج واشاعت اور انہیں اجاگر کرنا۔

2- تحریک پاکستان کے جذبوں، یادداشتوں اور متعلقہ ریکارڈ کو محفوظ کرنا۔

3- تحریک پاکستان کے متعلق تحقیق کرنا اور ان لوگوں کو اعزاز دینا جنہوں نے پاکستان بنانے کے لیے کارہائے نمایاں انجام دیے اور قربانیاں پیش کیں۔

4- پاکستان میں اسلام کے اصولوں پر مبنی سماجی، معاشی اور سیاسی نظام کے قیام کی کوشش کرنا جس کا تحریک پاکستان کے دوران وعدہ کیا گیا تھا۔

5- قومی وحدت کو فروغ دینا اور ہر قسم کے تفرقات اور استحصال کے خلاف سینہ سپر ہونا۔

6- ایک خودمختار، قومی، نظریاتی اور جمہوری ادارے کے طور پر کام کرنا اور پاکستان کے دستور میں درج ''قرارداد مقاصد'' کے اغراض ومقاصد کے فروغ اور ترویج کے لیے کام کرنا۔

فہرست

- پیش لفظ 7

باب اول: قائداعظمؒ کے آباواجداد، والدین اور تعلیم وتربیت

- آباواجداد 11
- والدین 12
- ولادت 13
- تعلیم وتربیت 14

باب دوم: قائداعظمؒ کے عقائد

- قائداعظمؒ ایک پکے اور سچے مسلمان 18
- خطبات جمعۃ المبارک میں قائداعظمؒ کا نام دیئے جانے کی تجویز 24
- مملکت خداداد پاکستان: ایک بشارت 25
- قائداعظمؒ ایک "مجدد" کی مانند تھے 27

باب سوم: اللہ کی حاکمیت اور سنتِ رسول ﷺ

- اللہ کا دین 33
- اللہ کی حاکمیت 33
- کلمہ توحید 39
- قائداعظمؒ اور اتباع سنتِ رسول ﷺ 42
- آل انڈیا ریڈیو بمبئی (13 نومبر 1939ء) سے اسلامی تعلیمات کے بارے میں قائداعظمؒ کی ایک معرکۃ الآرا نشری تقریر 53
- رمضان المبارک کی برکات 54

- عبادت اور زندگی: قرآنی تعلیمات کی روشنی میں 54
- قرآن کریم 57

باب چہارم: قائداعظمؒ اور قرآن کریم

- عظمت قرآن کریم 59
- قرآن کریم: رہبر و رہنما 63
- مطالعہ قرآن کریم 65
- قرآنی تعلیمات پر عمل پیرا ہونے کی ضرورت 68
- ہر مسلمان کے پاس قرآن کریم کا ایک نسخہ ہونا چاہیے 71
- قرآن کریم ایک مکمل ضابطۂ حیات 80
- پاکستانی حکومت کی بنیاد قرآنی احکامات پر ہوگی 86

باب پنجم: قائداعظمؒ اور اقلیتیں

- اقلیتیں: قرآن کریم اور اسلامی تعلیمات کی روشنی میں 88
- حوالہ جات 91

پیش لفظ

''قائداعظمؒ اورقرآن فہمی'' باباۓ قوم' بانی پاکستان حضرت قائداعظم محمد علی جناحؒ کے حوالے سے ایک ایسا موضوع ہے جس پر نہ تو قائداعظمؒ کی زندگی میں اور نہ ہی قیام اسلامی جمہوریۂ پاکستان سے لے کر تادمِ تحریر کسی قائداعظمؒ شناس' قائداعظمؒ کے پرستار' تاریخ نویس' اور محقق نے قلم نہیں اٹھایا۔ یہی وجہ ہے کہ قائداعظمؒ کی حیات تابناک کا یہ روشن پہلو اور منور گوشہ اوجھل رہا اور فرزندانِ پاکستان اس سے محروم رہے۔ حقیقت یہ ہے کہ اس گراں قدر اور تاریخ ساز موضوع پر ایک مبسوط کتاب کی جتنی ضرورت پہلے تھی اس سے کئی گنا ضرورت آج ہے کیونکہ ہمارے خیال میں بدقسمتی سے دنیا بھر میں جو رکیک اور ناروا حملے قرآن کریم' اور سرورِ کائنات حضور اکرم محمد ﷺ پر ہو رہے ہیں' مفکر پاکستان حضرت علامہ اقبالؒ، بانیٔ پاکستان حضرت قائداعظمؒ کی ذات بابرکات اور دوقومی نظریہ بھی اس سے مامون اور محفوظ نہیں۔ چنانچہ ہم سمجھتے ہیں کہ حاسدین' مفسدین' اسلام دشمن بلکہ پاکستان دشمن ان دنوں کچھ زیادہ ہی بے لگام ہو گئے ہیں اور آئے دن اخبارات اور ٹیلی ویژن کے ذریعے ان کی بے جا طور پر تشہیر ہو رہی ہے۔ یہ ایک لمحۂ فکریہ ہے! ہمیں توقع ہے کہ یہ کتاب اُن فرزندانِ وطن کے بے بنیاد اور غلط پروپیگنڈے کا ازالہ کرنے میں ممد و معاون ثابت ہو گی۔

حضرت قائداعظمؒ کی ذات والاصفات' آپ کے بلند کردار' آپ کی صاف اور

شفاف سیرت' آپ کی بے مثل قیادت اور آپ کے تاریخ ساز کردار کا تذکرہ اس وقت مقصود نہیں۔ زیرِ نظر یہ کتاب کے ذریعہ فرزندانِ توحید کو یہ بتانا اور جتانا مقصود ہے کہ قائداعظمؒ ایک ''پکے اور سچے مسلمان'' تھے۔ لاریب! آپ ایک مسلمان پیدا ہوئے اور کفر کی طاقتوں کا مردانہ وار مقابلہ کرتے ہوئے ایک ''مسلمان'' واصل باللہ ہوئے۔ آپ ایک سچے عاشقِ رسول ﷺ تھے اور قرآن مجید فرقان حمید کی روشن' زریں اور سنہری تعلیمات پر آپ کا یقین محکم اور کامل تھا۔ آپ قرآن مجید کو نہ صرف رہبر و رہنما سمجھتے تھے' اس پر عمل پیرا ہوتے تھے بلکہ آپ کی یہ انتہائی کوشش تھی کہ فرزندانِ توحید بھی اس کی گراں مایہ تعلیمات کو حرزِ جان بنائیں۔

مولانا غلام مرشد' جنہیں نہ صرف حکیم الامت' مفکرِ پاکستان حضرت علامہ اقبالؒ کی سال سالہا رفاقت رہی اور انہوں نے حضرت علامہ اقبالؒ کے مجلس قانون ساز پنجاب کے الیکشن میں گراں قدر خدمات انجام دیں' بلا شک و شبہ انہیں بابائے قوم' بانئ پاکستان حضرت قائداعظمؒ سے ملاقات کا شرف بھی حاصل رہا۔ آپ نے حضرت قائداعظمؒ کے بارے میں بالکل بجا فرمایا ہے اور بڑی حد تک راقم کے نقطۂ نظر کی تائید ہوتی ہے۔ آپ لکھتے ہیں:

''تشکیل پاکستان کے بعد قائداعظمؒ کے پیش نظر سب سے پہلا اور سب سے اہم مقصد اس سرزمین کی سرحدوں کا تحفظ تھا اور جن لوگوں کی آنکھوں پر حسد اور تعصب نے پٹی نہیں باندھ دی انہیں اچھی طرح معلوم ہے کہ ایسا کرنا خود ''قرآن مجید'' ہی کے ارشاد کی تعمیل میں تھا۔ وہ تشکیل پاکستان کے بعد ایک سال تک زندہ رہے' زندہ کیا یوں کہیے کہ صرف سانس لیتے رہے اور جس مہلک مرض کا وہ شکار ہو گئے تھے اسے ایک ''راز'' کی طرح سینے میں چھپائے رکھا لیکن اس سلسلے میں جو کچھ کیا' اسے دیکھ کر حیرت ہوتی ہے کہ اس قدر

نحیف ونزار مریض شخص محض "قوتِ ایمانی" کے بل بوتے پر کیا کچھ کرسکتا ہے؟ میں مختلف مکتبوں اور دارالعلوموں سے تعلیم حاصل کرتا رہا۔ بڑی بڑی نامور ہستیوں سے شرف تلمذ اور تعارف رہا۔ میں نے سیاسی لیڈروں کو بھی دیکھا اور مذہبی رہنماؤں کو بھی لیکن مجھے پوری زندگی میں قائداعظمؒ سے بڑھ کر کوئی شخص متاثر نہ کرسکا' میں نے ہر ایک کو ان سے کم تر پایا' بلندیٔ کردار کے اعتبار سے بھی اور قرآنی بصیرت کے نہج سے بھی۔

اس قسم کے انسان صدیوں میں جا کر پیدا ہوتے ہیں۔ جو لوگ ان کے خلاف آج ہذیان بک رہے ہیں انہیں معلوم ہونا چاہیے کہ چاند پر تھوکا خود اپنے منہ پر آیا کرتا ہے۔ ان میں سے کوئی ایک تو کیا سب مل کر بھی اس بطل جلیل کے غبار راہ تک نہیں پہنچ سکتے۔ اللہ تعالیٰ انہیں اپنے اصحاب کرم کے سایے میں رکھے"۔ (روزنامہ نوائے وقت' لاہور۔ 24 ستمبر 2006ء)

ہمیں اس بات پر بے پایاں خوشی ومسرت ہے کہ رب ذوالجلال نے ہمیں ہمت' توفیق اور استقامت عطا فرمائی اور ہم اس قابل ہوئے کہ اس نعمتِ گراں بہا کو پایۂ تکمیل تک پہنچا سکیں۔ درحقیقت یہ کتاب ہماری طویل جدوجہد اور ریسرچ کا ثمرہ ہے جو کئی دہائیوں پر محیط ہے۔ ہم ان تمام احباب کے دلی طور پر ممنون واحسان مند ہیں جنہوں نے کسی نہ کسی طرح ہماری معاونت اور رہنمائی فرمائی۔ یہ بات قابلِ ذکر اور لائق توجہ ہے کہ چونکہ اس موضوع آج تک کوئی کتابچہ یا کتاب مبسوط انداز میں تحریر نہیں ہوئی' اس لحاظ سے یہ پہلی اور شاید آخری کتاب ہو' جہاں تک نئی معلومات اور ریسرچ کا تعلق ہے' اضافے کی ہمیشہ گنجائش رہی ہے اور ہم انشاءاللہ نیا مواد شامل کریں گے۔ ہم نے موضوع کی مناسبت سے حتی المقدور قرآنی آیات کو کتاب کی زینت بنایا گیا ہے اور اس ضمن میں نہایت احتیاط

برتی ہے لیکن اس کے باوجود اگر کہیں تساہل ہوگیا ہو غلطی کا شائبہ لاحق ہو تو ہم اپنے معزز قارئین اور کرم فرماؤں کی خدمت میں بڑے احترام سے گذارش کریں گے کہ وہ ازراہ لطف وعنایت اس کی نشان دہی فرمائیں تاکہ ہم آئندہ ایڈیشن میں اس کی تصحیح کرسکیں۔ آخر میں ہم یہ ہی عرض کریں گے:

حاصلِ عمر نثار رہے یارے کردم
شادم از زندگیٔ خویش کہ کارے کردم

باب اوّل:

قائداعظمؒ کے آباواجداد' ولادت اور تعلیم وتربیت

آباواجداد:

قائداعظمؒ کے دادا کے دادا ''ہیرجی'' تھے اور قائداعظمؒ کے جد امجد پونجا بھائی جبکہ آپ کے والد بزرگوار کا نام نامی اسم گرامی ''جینا بھائی'' تھا۔ یہ خاندان کاٹھیاواڑ کا رہنے والا تھا اور اس علاقہ میں اس قسم کے ناموں کا عام رواج تھا۔ جزیرہ نما کاٹھیاواڑ قیام پاکستان تک چند چھوٹی بڑی ریاستوں کا مجموعہ تھا۔ ان میں سے ریاست جوناگڑھ بڑی تھی' راج کوٹ اور گونڈیل وغیرہ نسبتاً چھوٹی ریاستیں تھیں۔ جہاں تک گونڈیل کا تعلق ہے' یہ بمبئی پریذیڈنسی کے علاقے کاٹھیاواڑ میں ایک ریاست تھی جس کی معیشت کی بنیاد زراعت پر تھی۔ اس ریاست کے دارالحکومت کا نام بھی گونڈیل تھا اور یہی ریاست کا سب سے بڑا شہر بھی تھا...... پانیلی ایک ایسا گاؤں تھا جس میں قائداعظمؒ کے دادا ''پونجا'' رہا کرتے تھے۔ یہ ان کا جدی پشتی گاؤں تھا اور اسی گاؤں میں ان کے آباواجداد مدفون تھے۔ آپ کے دادا ایک ایسے شخص تھے جو محض کاشت کار ہی نہیں تھے بلکہ چند مزدوروں سے مل کر کھڈی پر سوتی کپڑا بھی بنایا کرتے تھے جسے فروخت کر کے وہ معقول رقم کما لیتے تھے۔ چنانچہ یہ خاندان خوش حال خاندانوں میں شمار ہوتا تھا۔ ''پونجا'' کے تین بیٹے تھے جن میں سے ''جناح'' سب سے چھوٹے تھے۔ جناح جو 1857ء کے لگ بھگ پیدا ہوئے' اپنے دونوں بڑے بھائیوں کے مقابلے میں تیز طرار' ذہین اور مہم جو تھے۔

''جناح'' عربی زبان کا لفظ ہے جس کے لفظی معنی ''پرندے کا پَر'' یا ''فوج کا بازو'' اور ''حصے'' کو بھی کہتے ہیں۔ یہی لفظ بگڑ کر گجراتی زبان میں ''جینا'' بن گیا جس سے ''دُبلا پتلا شخص'' مراد لیا جاتا ہے۔ قائداعظمؒ ایک مسلمان خوجہ گھرانے سے تعلق رکھتے ہیں۔

سردار شوکت حیات خان کو بانی پاکستان' بابائے قوم حضرت قائداعظمؒ سے نہ صرف ملاقات کے مواقع ملے بلکہ انہیں آپ کی خدمت کا شرف بھی حاصل رہا۔ ان کا بیان ہے کہ انہوں نے ایک بار بڑی جرأت کا مظاہرہ کرتے ہوئے قائداعظمؒ سے پوچھا:

''جناب! آپ کس خاندان کے چشم وچراغ ہیں؟''

قائداعظمؒ نے اپنے خاندان کے متعلق جواب دیتے ہوئے فرمایا:

"Shaukat! I am KHOJA and Gandhi is Bania".[1]

Once Quaid-i-Azam was the guest of the Nawab of Baghput in Meerut District. One day, in lighter vein the Nawab enquired of Quaid-i-Azam, "Your family is that of Khojas-businessmen. From where did you inherit this dash and fight?" There upon Quaid-i-Azam smiled and said: "Nawab Sahib I am a Punjabi Muslim, Rajput. One of my ancestors migrated from Montgomery (Sahiwal) in Punjab to Kathiawar. There he married a khoja girl and became a khoja".[2]

قائداعظمؒ کے آباو اجداد دسویں سے سولہویں صدی عیسوی کے درمیان پُرآشوب حالات سے گھبرا کر ہندوستان کے مغربی علاقوں اور دیگر خطوں میں پہنچے اور پھر یہیں کے ہوکر رہ گئے۔ قائداعظمؒ کے اسلاف نے کسی زمانے میں ایران سے ہجرت کر کے ہندوستان کو اپنا مسکن بنایا۔ تاہم اسلامی فرقوں میں ایک چھوٹا سا فرقہ اور خود ہندوستان میں ایک چھوٹی مذہبی اقلیت ہونے کے باوجود جنوبی ایشیا کے خوجوں نے اپنا جداگانہ تشخص اور ثقافتی شناخت برقرار رکھی اور شاید یہی چیز قائداعظمؒ کی کم آمیزی اور لاتعلقی کا موجب بنی۔[3]

والدین:

بمبئی گزیٹیئر کی رپورٹ کے مطالعہ سے پتہ چلتا ہے کہ قائداعظم محمد علی جناحؒ کے آباو اجداد راجکوٹ کے خوجہ تھے جو ''مذہب'' کو دل وجان سے چاہتے تھے اور اس کی ''تعلیمات'' کی ''مخلصانہ طور پر پابندی'' کرتے تھے۔ وہ صاف ستھرے، معتدل مزاج، کفایت شعار، فضول خرچی سے کوسوں دُور، ٹھنڈے دل کے مالک، تجارت اور کاروبار کو آگے بڑھانے والے، بہتر سے بہترین کے متلاشی، مختصر یہ کہ جملہ انسانی خوبیوں سے متصف تھے۔

جہاں تک محمد علی جناحؒ کا تعلق ہے، یہ بات قابلِ توجہ، قابلِ ذکر اور قابلِ تقلید ہے بلکہ

باعثِ تسلی و اطمینان اور قابل فخر ہے کہ انہوں نے یہ تمام اوصاف' خوبیاں اور خصوصیات ورثے میں حاصل کیں اور وہ ان کی ایک قابلِ ذکر مثال تھے۔ وہ بھی بہتر سے بہترین کے متلاشی' کفایت شعار' فضول خرچی سے گریزاں' ٹھنڈے دل کے مالک' معتدل مزاج اور تمام حالات میں خواہ وہ پیشہ ورانہ ہوں یا سیاسی' اُولوالعزم' بلند نظر' بلند حوصلہ' ایمان دار' وسیع النظر اور وسیع القلب تھے''۔[4]

مذکورہ بالا رپورٹ کی روشنی میں اور ان خصوصیات' خوبیوں اور خصائص کے پیشِ نظر جن سے قائد اعظمؒ کے آبا و اجداد بہرہ ور تھے' ہم بلا خوف تردید کہہ سکتے ہیں کہ قائد اعظم محمد علی جناحؒ نہ صرف ان سے متاثر ہوئے بلکہ ان کے قلب و نظر اور رگ و ریشہ پر ان کی گہری چھاپ تھی اور زندگی بھر اُنہوں نے انہیں عزیز رکھا اور ایک سچے اور پکے مسلمان کی مانند ان پر عمل پیرا ہوئے۔

ولادت:

کسی شخصیت کی تربیت اور تعلیم کی سب سے پہلی آماجگاہ اس کی والدہ کی گود ہوتی ہے اور اس کا گھریلو ماحول ہوتا ہے جس میں اس کی ولادت ہوتی ہے' پھر تعلیم و تربیت اور ذہنی نشوونما ہوتی ہے۔ ہم دیکھتے ہیں کہ ہمارے قائد اعظمؒ کو خوش قسمتی سے بچپن ہی میں ایسا ماحول میسر آیا۔ آپ کا گھریلو ماحول مذہبی تھا اور آپ کے والد ماجد دین دار تھے۔ مختصر یہ کہ آپ کی ولادت با سعادت 25 دسمبر 1876ء کو ایک اسلامی گھرانے میں ہوئی۔ یہ اتوار کا خوشی و مسرت کا دن تھا۔ بقول شاعر ؎

ہے مسلماں کے لیے بھی یہ ''بڑا دن'' لاریب
ایک مسیحا نفس اس کو بھی ملا آج کے دن

بلا شک و شبہ ہمارے قائد بقول مفکرِ پاکستان' شاعرِ اسلام حضرت علامہ محمد اقبالؒ ''دیدہ ور'' اور ''دانائے راز'' تھے' بیورلے نکلس کے مطابق ایک ''مسیحا'' تھے اور سر اولاف کیرو سابق گورنر صوبہ سرحد کے نزدیک ایک ''مجدد'' کی مانند تھے۔

جس دن آپ کی رسم عقیقہ منائی گئی' اسی روز آپ کا اسلامی نام ''محمد علی'' رکھا گیا اور جہاں خالص اسلامی نام رکھنے کی ابتداء کی گئی' وہاں ایسی رسموں کا بھی خاتمہ کیا گیا جن میں

ہندوانہ باتیں شامل ہوں۔

ہے عقیدت میں وہ کامل بانیٔ اسلام سے
ہے شرف اس کو محمدؐ اور علیؓ کے نام سے

مسلمانوں کی زندگی میں مذہب کو اوّلیت حاصل ہے اور مذہب ہی ایک ایسی چیز ہے جس پر ہماری پوری زندگی کا دارومدار ہے۔ چونکہ ہماری روزمرہ زندگی میں مذہب کو سب سے زیادہ عمل دخل ہے، اس لئے قائداعظمؒ کی زندگی اور سیرت وکردار کا مذہبی نقطۂ نظر سے مطالعہ کیا جائے تو ہم اس نتیجے پر پہنچتے ہیں کہ انہوں نے بیشتر خوبیاں ورثے میں حاصل کیں۔ آپ کے آباؤاجداد جن خوبیوں اور اوصافِ حمیدہ کے مالک تھے، وہ قابلِ قدر بھی ہیں اور قابلِ ذکر بھی۔

تعلیم وتربیت:

جہاں تک قائداعظمؒ کی تعلیم وتربیت کا تعلق ہے اور آپ کے والدین نے آپ کی تعلیم وتربیت کس انداز سے کی، اس سلسلے میں محترمہ فاطمہ جناحؒ کا بیان بنیادی حیثیت رکھتا ہے کیونکہ ان کے بیانات اور تحریروں کے مقابلے میں باقی تمام تحریریں ثانوی حیثیت رکھتی ہیں۔ محترمہ فاطمہ جناحؒ اپنے والد ماجد کے حوالے سے تحریر فرماتی ہیں:۔

''میرے والد نے اگرچہ کسی سکول سے باقاعدہ ''انگریزی'' کی تعلیم حاصل نہیں کی تھی لیکن اپنی ذہانت اور خداداد صلاحیت کی بنا پر اُنہوں نے انگریزی میں خاصی شُد بُد پیدا کر لی تھی اور یہ بات اس زمانے میں کامیابی کی ضمانت سمجھی جاتی تھی...... انگریزی بولنے کی استعداد کے سبب وہ ''گراہمس ٹریڈنگ کمپنی'' کے زیادہ قریب آ گئے تھے۔ وہ نظم وضبط اور سلیقہ کے بہت قائل تھے۔ یہ وہ دور تھا جب بہت سے افغان باشندے قندھار سے تجارت کے لیے کراچی آئے ہوئے تھے۔ ان تاجروں کے میرے والد سے وسیع کاروباری روابط تھے۔ برسوں تک ان لوگوں سے مسلسل ربط اور میل جول کے نتیجے میں وہ فارسی بولنا بھی سیکھ گئے تھے اور میں نے انہیں فارسی میں نہایت روانی کے ساتھ گفتگو کرتے دیکھا تھا۔ ہمارے گھر میں ''گجراتی'' بولی جاتی تھی لیکن کراچی میں سکونت اختیار کرنے کے بعد ہمارے خاندان والے ''کچھی'' اور ''سندھی'' زبان بھی روانی سے بولنے لگے تھے۔

میرے والد اغلباً اپنی برادری کے پہلے شخص تھے جنہوں نے معلمی کی خدمت اپنے لیے پسند کی تھی اور شہر میں ان کو دوہری خصوصیات حاصل تھیں۔ ایک طرف وہ کامیاب تاجر خاندان کے فرد تھے بلکہ خود بھی ''تاجر'' تھے تو دوسری طرف وہ ''صاحب علم'' تھے اور شہر کی درسگاہ کے اساتذہ میں سے تھے جن کی تعلیم وتربیت سے اور اخلاق وکردار کا فیض پا کر معلوم نہیں کتنے بچوں نے مستقبل میں اپنے لیے جگہ بنائی ہوگی...... جناح پونجا اپنی انہی دو خصوصیات کی بنا پر نمایاں تھے۔ لوگوں میں ان کی عزت تھی، وقار تھا اور اس وقت کی اعلیٰ سوسائٹی کے ممتاز لوگوں میں اُن کا آنا جانا تھا''۔ [5]

قائداعظمؒ کے والد ماجد کی بطور معلم خدمات کے ضمن میں ملک حبیب اللہ، جناب رضوان احمد کے حوالے سے لکھتے ہیں:۔

''قائداعظم محمد علی جناحؒ کے والد جناح پونجا مشن سکول میں معلم تھے مگر اپنے بیٹے کو سکول میں داخل کرانے کا وقت آیا تو مشن سکول کی بجائے ''سندھ مدرسۃ الاسلام'' میں داخل کرایا۔ جناح پونجا صرف تاجر ہی نہ تھے، معلم بھی تھے۔ بچپن کی تعلیم اور اس کے اثرات سے آگاہ تھے۔ وہ جانتے تھے کہ ایک بچے کی ذہنی ساخت اور کردار سازی میں کون کون سی چیزیں دخیل ہوتی ہیں۔ اس کے علاوہ ان لوگوں کا ہاتھ بٹانے والے بھی تھے جنہوں نے کراچی میں سندھ مدرسۃ الاسلام کے قیام کی ضرورت محسوس کی اور اسے قائم کیا۔ وہ خود گھر میں بچوں کو ''قرآن شریف'' پڑھاتے تھے اور ماں بچوں کو ''مذہبی تاریخی کہانیاں'' سنایا کرتی تھیں''۔

جہاں تک قائداعظم محمد علی جناحؒ کی والدہ ماجدہ کا تعلق ہے، وہ اعلیٰ سیرت وکردار کی مالک تھیں۔ جہاں ان کی خوبصورتی کے چرچے تھے، وہاں وہ اپنی خوش مزاجی اور خوش سلیقگی کے لیے بھی معروف تھیں اور اپنے بچوں کی تعلیم وتربیت اور کردار سازی سے بخوبی آگاہ تھیں''۔ [6]

قائداعظم محمد علی جناحؒ کی تعلیم وتربیت کے سلسلے میں محترمہ فاطمہ جناحؒ نے اپنے والدین کے حوالے سے بعض بنیادی اور دلچسپ باتیں بیان کی ہیں۔ ہم سمجھتے ہیں قریباً سبھی بچوں کے والدین کی یہ خواہش ہوتی ہے کہ ان کے بچے خوب پڑھیں لکھیں اور تعلیم حاصل کر کے ''بڑا آدمی'' بنیں۔ یہی تمنا اور آرزو قائداعظمؒ کے والدین کی تھی۔ محترمہ فاطمہ جناحؒ کا کہنا ہے:۔

''میری ماں جنہیں اپنے بیٹے کے مستقبل پر ''اندھا اعتماد'' تھا' اکثر کہا کرتی تھیں ''میرا محمد علی بڑا آدمی بنے گا۔ وہ بہت ذہین ہے اور دوسرے لوگوں سے کہیں زیادہ بہتر ثابت ہوگا''۔ وہ تعلیم پر سنجیدگی سے توجہ دینے کی نصیحت کرتے ہوئے کہا کرتیں: ''صرف تعلیم حاصل کر کے ہی وہ زندگی میں ترقی کر سکتے ہیں' بڑا آدمی بن سکتے ہیں' دوسروں کے مقابلے میں سر بلند کر سکتے ہیں اور سینہ تان کر چل سکتے ہیں''۔

''میرے والد ماجد نے انہیں نصیحت کرتے ہوئے فرمایا: ''بیٹا بات یہ ہے کہ زندگی میں کچھ سیکھنے اور کچھ کرنے کے دو طریقے ہوتے ہیں۔ پہلا طریقہ یہ ہے کہ اپنے بزرگوں کی فہم و فراست اور ان کے علم اور تجربے پر بھروسہ کرو' ان کی ہدایت پر عمل کرو۔ جیسا وہ کہیں' اس کے مطابق عمل کرو۔ دوسرا طریقہ یہ ہے کہ اپنی مرضی سے جو چاہو کرو اور اپنی غلطیوں سے سیکھو اور زندگی کی سختیوں اور ٹھوکروں سے سبق حاصل کرو''۔ یہی رویہ قائد اعظمؒ کے کردار کے ایک وصف کی وضاحت بھی کرتا ہے جنہوں نے زندگی بھر اور آخری دم تک اپنی مرضی پر چلنے (چند بار استثنا کے ساتھ) اور اپنی صواب دید کے مطابق عمل کرنے کو ترجیح دی''۔[7]

ملک حبیب اللہ نے بڑی خوبصورتی کے ساتھ واضح کیا ہے کہ ''قائد اعظمؒ نے ابتدائی تعلیم کے دوران سندھ مدرسۃ الاسلام کی برکت سے جو دینی اور اخلاقی تعلیم حاصل کی تھی' وہ ان کے رگ و پے میں رچ بس گئی تھی اور زندگی کے کسی مرحلے میں بھی ان کے ایمان میں کبھی لغزش نہیں آئی''۔

علاوہ ازیں جناب محمد شریف طوسی کے حوالے سے ملک حبیب اللہ قمطراز ہیں:۔

'''قائد اعظمؒ کی پبلک لائف اور پرائیویٹ لائف میں کوئی تضاد نہ تھا۔ وہ جس طرح صاف ستھرے گھر سے باہر تھے' ویسے ہی صاف ستھرے گھر کے اندر تھے۔ طلوع آفتاب سے بہت پہلے جاگ اٹھتے تھے۔ روزانہ باقاعدگی کے ساتھ قرآن پاک کی تلاوت کرتے تھے۔ علامہ عبداللہ یوسف علی کا قرآن کریم ترجمے اور تفسیر کے ساتھ پڑھا کرتے تھے۔ ان کی لائبریری میں درجنوں دینی کتب اور تاریخِ اسلام کے بارے میں صحیفے موجود تھے''۔[8]

قائد اعظمؒ کے معمولات اور مصروفیات کے بارے میں صاحب موصوف کا بیان ہے

کہ ''قائداعظمؒ ملاقاتیوں' اخبارات اور رسائل وجرائد یا سنجیدہ قسم کی کتب کے مطالعہ میں کافی وقت صرف کیا کرتے تھے۔ ان کی لائبریری میں رسول کریم ﷺ کی حیات طیبہ' دیگر اسلامی رہنماؤں اور قرآن کریم کے تراجم پر مشتمل کتابیں اور اسلامی تاریخ پر ایک ذخیرہ تھا' نیز مولانا شبلی نعمانی کی تصنیف '' الفاروقؓ'' کا انگریزی ترجمہ جو مولانا ظفر علی خان نے کیا تھا' آپ کے پیش نظر رہتا تھا۔ علاوہ ازیں علامہ عبداللہ یوسف علی کا قرآن کریم کا انگریزی ترجمہ اور تفسیر اور سید امیر علی کی تصنیف "Spirit of Islam" اور "History of Saracens" آپ کے زیر مطالعہ رہتی تھیں''۔ [9]

باب دوم:

قائداعظمؒ کے عقائد

قائداعظمؒ ایک پکے اور سچے مسلمان کی حیثیت سے:

ایک بار حضرت قائداعظمؒ نے فرمایا ''میں کوئی مولوی ہوں نہ دینیات کا ماہر اور نہ مجھے دعویٰ ہے کہ میں اخلاقیات کا فاضل ہوں۔ مجھے اپنے عقائد کا تھوڑا بہت علم ضرور ہے اور مجھے اس پر فخر ہے''۔[10]

ان کی وسیع المشربی کی گواہ شاہ جہاں کی تعمیر کردہ شاندار مسجد ہے' اورنگ زیب عالمگیر کی یادگار لاہور کی بادشاہی مسجد ہے۔ قائداعظمؒ کی ذات اعتقادی نقطۂ نظر سے ''پختہ مسلمان'' ہی ہے۔ ان کا دل اسلام کی عظمت سے مالا مال ہے۔ ان کا دماغ ایک مسلمان ہونے کے فخر سے معمور ہے۔ علمی اور عملی تاریخ ان کے سامنے تھی۔ انہوں نے دوسرے مذاہب پر بھی ایک نظر ڈالی۔ ایک قانون دان کے لیے ضروری ہے کہ وہ ہر مذہب سے واقف ہو۔ ہر مذہب کے احکام' روایات اور تعلیمات اس کے پیش نظر ہوں لیکن کوئی مذہب بھی ان کے دل میں گھر نہ کر سکا۔ ایک بیرسٹر' ایک وکیل اور ایک قانون دان کی حیثیت سے انہوں نے اسلامی فقہ' ہندو لاء اور مغربی قوانین کا پہلو بہ پہلو مطالعہ کیا۔

قائداعظمؒ نے اس حقیقت کا اعتراف کیا ہے کہ انہوں نے مولانا شوکت علی سے خاصا اثر قبول کیا لیکن منشی عبدالرحمٰن کا بیان ہے کہ علماء میں جس شخص نے سب سے پہلے قائداعظمؒ میں دین کا علم پیدا کرنے کی کوشش کی' وہ مولانا اشرف علی تھانوی تھے اور چونکہ قائداعظمؒ سیاست کے شہسوار تھے اور ذوق وشوق بھی تھا' اس لیے آپ نے ان میں دینی ذوق اور دلچسپی پیدا کرنے کی طرف فوری توجہ مبذول فرمائی تاکہ آپ ان تمام ضروری صفات سے متصف اور بہرہ ور ہو جائیں جو ایک ''امیر المومنین'' کے لیے ضروری ہیں۔

دسمبر 1938ء میں قائداعظمؒ سے ایک تبلیغی وفد نے ملاقات کی جو مولانا شبیر علی تھانوی' مولانا ظفر احمد عثمانی' مولانا عبدالجبار' مولانا عبدالغنی پھول پوری اور مولانا معظم حسین پر مشتمل تھا۔ مولانا مرتضیٰ حسین چاند پوری اس وفد کے سربراہ تھے۔ اس ملاقات میں بہت سے دینی اور مذہبی امور زیر بحث آئے جنہوں نے قائداعظمؒ کے خیالات میں انقلاب برپا کردیا۔ مولانا شبیر علی تھانوی اس ملاقات کی تفصیل بیان کرتے ہوئے لکھتے ہیں:۔

''گفتگو کے دوران مَیں نے جناح صاحب سے یہ سوال کیا کہ آپ ہزاروں روپے خرچ کروا کر پنڈال وغیرہ بنواتے ہیں اور لوگ گلے پھاڑ پھاڑ کر ''نعرۂ تکبیر'' بلند کرتے ہیں' اس میں کیا فائدہ ہے؟ جناح صاحب نے فرمایا: ''اس سے غیر اقوام پر رعب پڑتا ہے''۔

میں نے کہا: ''میں ایک تدبیر بتاتا ہوں جس سے رعب زیادہ ہوگا''۔ فرمایا: ''وہ کیا؟'' میں نے کہا: ''جب جلسہ کے دوران نماز کا وقت آجائے تو اس سوا ڈیڑھ لاکھ کے مجمع کو لے کر نماز باجماعت ادا کریں۔ پھر آپ دیکھیں گے کہ کتنا رعب پڑتا ہے''۔ اس پر جناح صاحب نے فوراً فرمایا: ''آپ فرماتے تو صحیح ہیں مگر میں اس وقت اس پر عمل کرنے سے معذور ہوں''۔ میں نے کہا کہ ''آپ کو کیا عذر ہے؟'' فرمایا: ''آپ باجماعت نماز پڑھنے کو کہتے ہیں تو میں امام کس کو بناؤں؟ ممکن ہے کہ میرا خیال صحیح ہو کہ اگر میں ''امامت'' کروں تو سب لوگ نہیں تو بہت بڑی اکثریت میرے پیچھے نماز پڑھ لے مگر میں ''امامت'' کے قابل نہیں۔ مجھ میں اس کی اہلیت نہیں۔ اس لیے کسی دوسرے کو امام بنانا پڑے گا۔ اگر امام دیوبندی ہوگا تو بریلوی اس کے پیچھے نماز نہ پڑھیں گے۔ اگر بریلوی ہوگا تو دیوبندی نہ پڑھیں گے اور الگ جماعتوں سے بجائے رعب پڑنے کے غیر اقوام پر مسلمانوں کا اختلاف نمایاں ہوگا۔ اب تو اپنی اپنی مسجدوں میں نماز پڑھتے ہیں اور یہاں آکر کئی جماعتیں ہوئیں تو یہ زیادہ نمایاں ہوگا۔ اس لیے میں اس وقت معذور ہوں' آگے چل کر دیکھا جائے گا''۔

میں نے فوراً کہا: ''اب دوسری بات عرض کرتا ہوں کہ خود آپ پر تو نماز فرض ہے۔ آپ کیوں نہیں پڑھتے؟ آپ جلسوں میں اپنا معمول رکھیں کہ جب نماز کا وقت آجائے' مصلیٰ بچھا کر آپ نیت باندھ لیں۔ اور کوئی پڑھے نہ پڑھے''...... میری بات سن کر قائداعظمؒ آگے جھک گئے اور نہایت ندامت کے لہجے میں یہ الفاظ ادا فرمائے:۔

''میں گنہگار رہوں' خطاوار رہوں۔ آپ کو حق ہے کہ آپ مجھے کہیں اور میرا فرض ہے کہ میں اس کو سنوں۔ میں آپ سے وعدہ کرتا ہوں کہ آئندہ نماز پڑھا کروں گا''۔

ان خیالات کا اظہار قائداعظمؒ نے ارکان وفد کے علاوہ بارہ تیرہ حضرات کی موجودگی میں کیا۔ مولانا شبیر احمد تھانوی کا بیان ہے کہ ''اُن سب حضرات کے سامنے ان الفاظ سے بغیر کسی تاویل کے اظہار ندامت اور اقرار اصلاح نے مجھے بہت متاثر کیا''۔

اس قسم کا اظہارِ ندامت کوئی معمولی بات نہیں۔ یہ عظمت اور بزرگی کی زندہ وپائندہ مثال ہے جو قائداعظمؒ کے عظیم کردار' ان کی اعلیٰ وارفع سیرت اور بلند حوصلگی پر دلالت کرتی ہے۔ قائداعظمؒ کی جگہ کوئی اور لیڈر رہوتا تو ہم بلاخوف تردید کہہ سکتے ہیں کہ اس کا رویہ اور جواب مختلف ہوتا۔

منشی عبدالرحمٰن کا کہنا ہے کہ:۔

''اس کے بعد حضرت مولانا شبیر علی تھانوی نے قائداعظمؒ کے قول وفعل اور سیرت و کردار کا گہری نظر سے مطالعہ شروع کردیا۔ آپ ان میں جب بھی کوئی بات خلاف شریعت دیکھتے' اس کی اصلاح کے لیے قائداعظمؒ کے پاس فوراً وفد یا خط بھیجتے۔ دسمبر 1938ء کے بعد قائداعظمؒ نے جو تقاریر کیں' ان سے مذہب اور سیاست کے متعلق ان کا نقطۂ نظر اور نظریہ واضح ہوگیا کہ وہ اہل مغرب کی طرح مذہب اور سیاست کو ایک دوسرے سے الگ سمجھتے ہیں اور الگ رکھنا چاہتے ہیں۔ اس صورت حال کے پیش نظر حضرت مولانا اشرف علی تھانوی نے مولانا شبیر علی کو بلایا اور فرمایا:۔

''جناح صاحب کی تقریروں میں یہ دیکھا گیا ہے کہ آپ مذہب اور سیاست کو الگ الگ سمجھتے ہیں' اس کی بابت ان کو سمجھانا ہے''۔

12 فروری 1939ء کو مولانا شبیر علی تھانوی' مولانا ظفر احمد عثانی اور مفتی محمد شفیع مفتی اعظم پاکستان دہلی پہنچے اور مذہب اور سیاست پر قائداعظمؒ سے گفتگو کی۔ اس سلسلے میں مولانا ظفر احمد عثانی جو وفد میں شامل تھے' ان کا بیان ہے:۔

''وفد نے قائداعظمؒ سے کہا کہ مسلمان اس تحریک میں اس وقت تک کامیاب نہیں ہوسکتے جب تک کہ اس تحریک یعنی تحریک پاکستان کو شریعت کے مطابق نہ چلائیں۔ اس تحریک کے

چلانے والے خودکو ''احکام اسلام'' کا نمونہ نہ بنائیں اور ان کے پیروکار اسلام کی تعلیمات کی پابندی نہ کریں کیونکہ جب یہ سب خودکو دین کے احکام کا پابند بنالیں گے تو اس کی برکت سے فتح اور نصرت خود بخود ان کے قدم چومے گی اور انشاء اللہ بہت جلد کامیابی ہوگی۔ مسلمانوں کی سیاست کبھی بھی مذہب سے علیحدہ نہیں ہوئی۔ مسلمانوں کے بڑے بڑے قائد مسجدوں کے امام بھی تھے اور میدان جنگ کے جرنیل بھی۔ یہ ایک نا قابل تردید حقیقت ہے کہ خلفائے راشدینؓ ،حضرت خالد بن ولیدؓ، حضرت ابوعبیدہ بن جراحؓ، حضرت عمرو بن العاصؓ سب کے سب مذہب اور سیاست کے جامع تھے اور اسی پر عمل کرتے تھے''۔

قائداعظمؒ نے فرمایا: ''میرا تو خیال یہ ہے کہ مذہب کو سیاست سے الگ رکھنا چاہیے''۔

وفد نے جواب دیا:

''پھر اس طرح کامیابی کی توقع نہیں''

غرض اس موضوع پر پورے اڑھائی گھنٹے بات چیت ہوتی رہی۔ آخر کار وفد کے قابل احترام علما دنیا کے اس بہت بڑے کامیاب سیاستدان کی سیاست کو مذہب کی حدود کے اندر لانے میں کامیاب ہو گئے اور قائداعظمؒ نے وفد کی تجاویز کو تسلیم کرتے ہوئے اسے اپنے تاریخی فیصلہ سے آگاہ کرتے ہوئے فرمایا:۔

''دنیا کے کسی مذہب میں سیاست مذہب سے الگ ہو یا نہ ہو،میری سمجھ میں اب اچھی طرح آ گیا ہے کہ اسلام میں سیاست مذہب سے علیحدہ نہیں بلکہ مذہب کے تابع ہے''۔[11]

حضرت علامہ محمد اقبالؒ نے کیا خوب فرمایا ہے۔ آپ کا ارشاد ہے کہ ''مذہب اور سیاست لازم وملزوم ہیں''۔ مندرجہ ذیل شعر میں آپ نے دریا کو کوزے میں بند کر دیا ہے۔

جلال پادشاہی ہو کہ جمہوری تماشا ہو
جُدا ہو دیں سیاست سے تو رہ جاتی ہے چنگیزی

حضرت علامہ اقبالؒ فرماتے ہیں ''بادشاہی یا شہنشاہیت کا جاہ وجلال ہو یا جمہوریت کا تماشا یعنی حکومت کا طریق شخصی ہو یا عوامی، اگر سیاست دین اور مذہب سے الگ تھلگ کر دی جائے تو وہ محض چنگیزی رہ جاتی ہے جس میں ظلم وستم اور جبر وتشدد کے سوا کچھ نہیں ہوتا۔ سیاست اسی صورت

میں خلقِ خدا یعنی اللہ کی مخلوق کے لیے آرام وراحت کا سامان اور ذریعہ بن سکتی ہے جب مذہب اور دین اس کی بنیاد اور روح رواں اور منبع وماٰ خذ ہو اس لیے کہ دین انسان کے اعمال اور کردار کو ایک خاص دائرے میں رکھتا ہے جس میں ظلم اور زیادتی کا کوئی امکان باقی نہیں رہتا''۔ [12]

علامہ شبیر احمد عثمانی نے ہندو کانگرسی زعما کے باطل اور خلاف اسلام متحدہ قومیت کے نظریے کو مسترد کر دیا اور مسلم لیگ کے دو قومی نظریہ کی شرعی حیثیت سے زبردست تائید وحمایت کی۔ متحدہ قومیت کے خلاف اور دو قومی نظریہ کی حمایت میں ان کے خطبات' اعلانات اور بیانات تاریخ پاکستان کا قیمتی سرمایہ ہیں۔

علامہ شبیر احمد عثمانی نے تحریک پاکستان میں ''مذہبی روح'' ڈالی۔ اگر تحریک پاکستان میں مذہبی عنصر شامل نہ ہوتا تو اس کی کامیابی بہت مشکل تھی۔ حضرت علامہ شبیر احمد عثمانی نے بڑھاپے اور کمزوری کے باوجود قیام پاکستان کے لیے ملک گیر طوفانی دورے منظم کیے اور تحریک پاکستان کو مذہبی عنصر سے تقویت اور توانائی فراہم کی۔ علامہ عثمانی صاحب اور آپ کے ساتھی علما کے فتوؤں نے کانگرس اور کانگرسی علما کے متحدہ قومیت کے بُت کو ہمیشہ ہمیشہ کے لیے پاش پاش کر دیا۔

آپ نے ایک موقع پر اعلان کیا:۔

''متحدہ قومیت کا نظریہ جو کانگرس کے دستور اساسی کا بنیادی پتھر ہے...... میرے نزدیک شرعی نقطہ نظر سے کبھی قابل قبول نہیں۔ مسلمان دوسری قوموں سے صلح کر سکتے ہیں۔ عہد و پیمان کر سکتے ہیں۔ بہت سے امور میں تعاون و اشتراک عمل کر سکتے ہیں لیکن وہ اپنی ہستی کو ہندوؤں میں مدغم نہیں کر سکتے۔ متحدہ قومیت ایک فریب ہے۔ ایک باطل نظریہ ہے اور ایک منفی رجحان ہے۔ یہ نظریہ برصغیر پاک وہند کے دس کروڑ مسلمانوں کی سخت توہین ہے۔ مسلمانوں کو ایک مستقل قوم کا مقام حاصل ہے اور متحدہ قومیت ان کے لیے ''پیغام موت'' ہے۔ ''دو قومی نظریہ'' میں ہی ان کی زندگی اور بقا ہے''۔

اس موقع پر ایک اور ممتاز عالم دین اور آپ کے دست راست مولانا ظفر احمد عثمانی نے فتویٰ صادر فرمایا:۔

''کفار و مشرکین کے جھنڈے کے نیچے کسی تحریک میں شریک ہونا ''حرام'' ہے اور مسلم

لیگ کے مقابلے میں کانگرس کو تقویت دینا اور مسلم لیگ کو کمزور کرنا جائز نہیں۔"

آپ نے اپنے پیغام کلکتہ میں دوٹوک اعلان فرمایا:۔

''متحدہ قومیت کا نظریہ باطل اور خلافِ اسلام ہے۔ مسلمان ایک مستقل قوم ہیں۔ کافر اور مومن کی حقیقی معنوں میں متحدہ قومیت بن ہی نہیں سکتی۔ برصغیر کی ملت اسلامیہ کو قائد اعظم محمد علی جناحؒ کی قیادت اور رہنمائی میں حصول پاکستان کے عظیم مقصد کے لیے ''شرعی'' طور پر حصہ لینا چاہیے۔ ہندو اکثریت کی غلامی قبول کرنے کی صورت میں مسلم قوم اقلیت کی بنا پر فنا ہوجائے گی۔ ہمارا مستقبل پاکستان سے وابستہ ہے اور ہم اسے زندگی اور موت کا سوال سمجھتے ہیں۔ ہمارا عقیدہ ہے کہ تقدیر نے ہمیں پاکستان کے تحفظ کے لیے منتخب کیا ہے اور یہ چیز آئندہ نسلوں کو ورثے میں ملے گی''۔

علامہ شبیر احمد عثمانی کی تقریروں' تحریروں' بیانات اور خطبات نیز طوفانی دوروں' قائد اعظم محمد علی جناحؒ کی تائید وحمایت اور فتوؤں نے فضا کو مسلم لیگ کے حق میں بے حد سازگار بنادیا۔ مسلم لیگ کو الیکشن میں تاریخی اور شاندار کامیابی حاصل ہوئی۔ مسلم لیگ کی اس بے مثال اور تاریخ ساز کامیابی وکامرانی میں علامہ شبیر احمد عثمانی کی کاوشوں اور کوششوں کا بڑا عمل دخل تھا۔ علامہ شبیر احمد عثمانی اسلام اور ''پاکستان کے سپاہی'' تھے۔

''قائد اعظم محمد علی جناحؒ کے بعد جس شخصیت نے مسلم لیگ اور تحریک پاکستان کو چار چاند لگائے' وہ شیخ الاسلام علامہ شبیر احمد عثمانی تھے''۔[13]

شیخ الہند علامہ شبیر احمد عثمانی' صدر جمعیت العلمائے اسلام اور رکن پاکستان مجلس قانون ساز' بابائے قوم' بانی پاکستان حضرت قائد اعظم محمد علی جناحؒ کی خدمات بے پایاں اور بالخصوص بحیثیت مسلمان آپ کی اسلام سے شیفتگی کا تذکرہ کرتے ہوئے انہیں مندرجہ ذیل سنہری اور تاریخ ساز الفاظ میں خراجِ عقیدت پیش کرتے ہیں:۔

"Quaid-i-Azam is the Head of the Muslim State of Pakistan. By the grace of the Almighty, Pakistan is established and the seemingly impossible has been achieved. No words can express our thankfulness and

gratitude to him. The Millat is also thankful to the Quaid-i-Azam, through whose ceaseless trails and farsightedness, the Millat has reached the much aspired goal.

Islam enjoins upon us to cooperate with other nations, and the history of Islam is a living proof of it. He always said that 'A MUSLIM IS A MUSLIM, ALWAYS AND EVERYWHERE. HE IS A MUSLIM IN HIS HOUSE, A MUSLIM OUTSIDE, A MUSLIM IN THE JAMIA MASJID, A MUSLIM IN THE ASSEMBLY HALL, A MUSLIM ON THE MUSSALLAH AND A MUSLIM ON THE GOVERNOR'S CHAIR. THE DISTINGUISHING FEATURE OF ISLAM IS THAT A MUSLIM HAS GOT TO REMAIN A MUSLIM IN EVERY SPHERE OF LIFE". [14]

قائداعظمؒ کا نام خطبات جمعۃ المبارک میں دیئے جانے کی تجویز:

شیخ الہند مولانا شبیر احمد عثمانی' صدر جمعیت العلمائے اسلام اور رکن مجلس دستور ساز اسلامی جمہوریہ پاکستان نے روزنامہ ''ڈان'' کو انٹرویو دیتے ہوئے اس امر کا اظہار کیا کہ ''جب اموی اور عباسی خلفاء کے نام خطبات میں شامل کیے جاسکتے ہیں تو کوئی وجہ نہیں ہے کہ قائداعظمؒ کا نام خطبات میں شامل نہ کیا جائے جو اسلامی جمہوریہ پاکستان کے سربراہ ہیں''۔

انہوں نے فرمایا:۔

"Questioned about the validity of the inclusion of Quaid-i-Azam's name in the 'KHUTBAS' in an interview to 'Dawn', the Sheikh-ul-Hind said that the Tradition dated back from the time of the Umaiyyads. The Abbasides were more particular about the inclusion of the name of the Caliphs. According to him, the name will automatically come in if the 'KHUTBA' was properly delivered and the spirit of the institution was

maintained."

"And undoubtedly", he added, "the Quaid-i-Azam is the Head of the Muslim State of Pakistan."[15]

مملکت خداداد پاکستان: ایک بشارت

محترم ڈاکٹر محمد مرتضٰی صدیقی، سابق پروفیسر علوم اسلامیہ، جامعہ ملک سعود، ریاض، سعودی عرب، اپنے جد امجد مولانا نصر اللہ شاہ صدیقی سابق انسپکٹر آف سکولز، علی گڑھ (جو علامہ شبیر احمد عثمانی کے ساتھ دارالعلوم دیوبند میں تعلیم حاصل کرتے رہے) سے روایت کرتے ہیں کہ انہیں ان کے جد امجد نے بتایا (اور مولانا نصر اللہ شاہ صدیقی کو علامہ شبیر احمد عثمانی نے بتایا) کہ جن دنوں وہ (علامہ شبیر احمد عثمانی) حیدر آباد دکن میں حدیث نبویؐ پر کام کر رہے تھے تو متعدد بار قائداعظمؒ نے ان سے پیغامات اور خط و کتابت کے ذریعے ملنے کی کوشش کی لیکن علامہ شبیر احمد عثمانی قائداعظمؒ کو مغربی تعلیم یافتہ تصور کرتے ہوئے نظر انداز کرتے رہے اور نہ تو پیغام اور خطوط کا جواب بھیجا اور نہ ہی ان کی ملاقات کی خواہش کا کوئی خاطر خواہ جواب دیا۔ اس صورت حال کے پیش نظر قائداعظمؒ نے اللہ رب العزت کی بارگاہ اور سرورکائنات، حضور اکرم ﷺ کے حضور علامہ صاحب کی اس بے رخی کو سامنے رکھتے ہوئے گڑگڑا کر دعا کی ہوگی۔ چنانچہ ان کی یہ "دعا" مستجاب ہوئی۔ کس قدر خوش قسمت ہیں ہمارے قائداعظمؒ کہ ایک رات آقائے نامدار، تاجدار دو عالم، حضور اکرم ﷺ سے "شرف ملاقات" حاصل کرتے ہیں اور حضور اکرم ﷺ قائداعظمؒ کو تسلی و تشفی دیتے ہیں اور بالکل اسی رات حضور اکرم ﷺ علامہ شبیر احمد عثمانی کو (جو حیدر آباد دکن میں مقیم تھے) خواب میں شرف ملاقات بخشتے ہیں اور حکم دیتے ہیں کہ

"ہمارا ایک امتی آپ سے ملنا اور راہنمائی حاصل کرنا چاہتا ہے۔ آپ بمبئی جائیں اور اُن سے ملاقات کریں اور ان کی رہنمائی کریں۔"

حضور نبی اکرم ﷺ کا حکم ہو اور انسان پس و پیش کرے، ایک مومن اور مسلمان تو کبھی تصور بھی نہیں کرسکتا اور پھر علامہ شبیر احمد عثمانی اور قائداعظمؒ جیسے "عاشقان رسولؐ" تو سمجھتے تھے کہ انہیں دونوں جہان کی دولت مل گئی ہے۔ حضور اکرم ﷺ کا "دیدار" اور نبی آخر الزماں صلی اللہ علیہ

وسلم کی ''بشارت'' انہوں نے کبھی سوچا بھی نہیں تھا۔ ان کی خوش قسمتی کا کوئی حساب نہ تھا۔ شاداں و فرحاں مولانا شبیر احمد عثمانی سب کچھ چھوڑ کر اپنی پہلی فرصت میں بمبئی پہنچتے ہیں اور جب قائداعظمؒ کے درِ دولت پر پہنچتے اور ملازم کو اپنی آمد اور قائداعظمؒ سے ملاقات کی خبر دیتے ہیں تو قائداعظمؒ سراپا آنکھیں بچھائے ان کے انتظار میں اپنے ''لان'' میں منتظر ہوتے ہیں۔ علامہ شبیر احمد عثمانی اندر تشریف لاتے ہیں تو قائداعظمؒ کو ''سراپا انتظار'' دیکھتے ہیں اور پھر دونوں ''عاشقانِ رسول'' کے درمیان مندرجہ ذیل ''مکالمہ'' ہوتا ہے:

قائداعظمؒ: ''حضور والا! میں مسلسل آپ کو پیغامات اور خطوط ارسال کرتا رہا اور آپ سے ملاقات اور راہنمائی کا متمنی رہا تو آپ نے توجہ نہیں فرمائی لیکن جب ''اُن'' (حضور اکرم ﷺ) کا حکم ہوا ہے تو تشریف لائے ہیں۔''

علامہ شبیر احمد عثمانی: ''کیا آپ کو بھی حضور سرورِ دوعالم ﷺ کی ''بشارت'' ہوئی ہے؟''

قائداعظمؒ: ''میں تو آپ (حضور اکرم ﷺ) کے ''ارشاد'' کے مطابق ہی آپ سے ملاقات کیلئے کوشش کرتا رہا ہوں۔''

علامہ شبیر احمد عثمانی: ''کیا یہ سچ ہے؟''

قائداعظمؒ: ''یہ حقیقت ہے۔''

اس ''مکالمے'' کے بعد دونوں ''عاشقانِ رسول'' ملاقات کرتے ہیں۔ مختلف امور زیرِ بحث آتے ہیں لیکن سب سے اہم مسئلہ ''سفید بنیا'' اور ''سیاہ بنیا'' (یعنی انگریز اور ہندو، قائداعظمؒ انہیں ایسے ہی پکارتے تھے) سے آزادی حاصل کرنا اور مملکت خداداد پاکستان کا قیام تھا۔ چنانچہ تفصیلی ملاقات اور تبادلۂ خیالات کے بعد علامہ شبیر احمد عثمانی نے قائداعظمؒ کو ہر ممکن تعاون اور راہنمائی کا یقین دلایا۔ اس کے بعد آزادی کے حصول کیلئے یہ ''کارواں'' قدم بہ قدم منزل کی طرف بڑھتا گیا اور بالآخر مملکت خداداد پاکستان عالمِ وجود میں آ گئی۔

اگر ہم قائداعظمؒ کی مندرجہ ذیل تقریر کو اس تاریخ ساز واقعہ کے ساتھ منسلک کریں اور سیاق و سباق کی روشنی میں مندرجہ ذیل الفاظ پر غور کریں:۔

''یہ مشیتِ ایزدی ہے۔ یہ محمد مصطفیٰ ﷺ کا روحانی فیضان ہے۔''

تو معاملہ بالکل صاف اور واضح ہو جاتا ہے۔تقریر حسب ذیل ہے:۔

''اور جب میں یہ محسوس کرتا ہوں کہ میری قوم آج آزاد ہے تو میرا سر عجز و نیاز کے جذبات کی فراوانی سے بارگاہ رب العزت میں سجدہ شکر بجالانے کیلئے فرط انبساط سے جھک جاتا ہے۔

یہ مشیت ایزدی ہے' یہ محمد مصطفی ﷺ کا روحانی فیضان ہے کہ جس قوم کو برطانوی سامراج اور ہندو سرمایہ دار نے قرطاس ہند سے حرف غلط کی طرح مٹانے کی سازش کر رکھی تھی، آج وہ قوم آزاد و خودمختار ہے' اس کا اپنا ایک ملک ہے' اپنا جھنڈا ہے، اپنی حکومت اور اپنا سکہ ہے اور اپنا آئین و دستور ہے۔کیا کسی قوم پر اس سے بڑھ کر خدا کا اور کوئی انعام ہو سکتا ہے؟ یہی وہ خلافت ہے' جس کا وعدہ خدا نے رسول اکرم ﷺ سے کیا تھا کہ اگر تیری امت نے صراط مستقیم کو اپنے لیے منتخب کر لیا تو ہم اسے زمین کی بادشاہت دیں گے۔خدا کے اس انعام عظیم کی حفاظت اب مسلمانوں کا فرض ہے۔پاکستان خداوندی تحفہ ہے اور اس تحفہ کی حفاظت ہر پاکستانی مرد' عورت' بچے' بوڑھے اور جوان پر فرض ہے۔اگر مسلمان نیک نیتی ،دیانتداری، خلوص، نظم و ضبط اور اچھے اعمال سے دن رات کام کرتے رہے اور ان میں بدی، نفاق، جاہ طلبی اور ذاتی مفاد کا جذبہ پیدا نہ ہوا تو انشاءاللہ وہ چند سالوں میں ہی دنیا کی بڑی قوموں میں شمار ہونے لگیں گے۔ان کا ملک امن و آشتی، تہذیب و تمدن اور ثقافت و شرافت کا مرکز ہوگا اور اس کی حدود سے ترقی کی شعاعیں پھیل کر سارے ایشیا کی رہنمائی اور رہبری کریں گی۔''[16]

قائداعظمؒ ایک مجدد کی مانند تھے:

سر اولاف کیرو جنہوں نے 1939ء سے لے کر 1945ء تک بحیثیت سیکرٹری' حکومت ہند (سلطنت برطانیہ) اور 1946ء تا 1947ء بحیثیت گورنر صوبہ سرحد خدمات انجام دیں' جنوری 1959ء میں لندن میں منعقد ہونے والے ''یوم قائداعظمؒ'' کے نام ایک پیغام میں انہوں نے اس حقیقت کا اظہار کرتے ہوئے لکھا:۔

"In Muslim terms, he (Quaid-i-Azam) was almost a 'MUJADDID', one of those reformers sent once in a century, as the pious believe, to reinterpret the 'FAITH' and guide the believers on the true path." [17]

پروفیسر ڈاکٹر خلیفہ عبدالحکیم وہ قابل قدر اور قابل ذکر شخصیت ہیں جنہیں مفکر پاکستان حضرت علامہ ڈاکٹر محمد اقبالؒ اور بانیٔ پاکستان حضرت قائداعظم محمد علی جناحؒ کی ذات گرامی سے بالمشافہ ملاقاتوں کا شرف حاصل رہا ہے اور انہوں نے حضرت علامہ ڈاکٹر محمد اقبالؒ کی شخصیت اور فکر وفن کے حوالے سے خاص طور پر شاندار خدمات انجام دی ہیں۔ جہاں تک بابائے قوم حضرت قائداعظمؒ کی شخصیت کا تعلق ہے، اس سلسلے میں بھی ان کی گراں قدر خدمات ہیں۔ حضرت قائداعظمؒ بحیثیت مسلمان کیسے تھے اور ان کا مقام ومرتبہ اس حوالے سے اسلام کی تاریخ میں کیا ہے اور اس ضمن میں حضرت علامہ شبیر احمد عثمانیؒ کا نقطۂ نظر کیا تھا، پروفیسر ڈاکٹر خلیفہ عبدالحکیم تحریر فرماتے ہیں:

"Political opponents of Jinnah averred that he was not a religious man and said how could a man, indifferent to religious observations, aspire to create a State on religious basis. It all depends on one's concept of religion and religious life. If selfless devotion to a good cause that would enrich the values of life is no religion, what else is religion meant for?

The Holy Prophet said: "Virtuous deeds are the 70th part of true faith". (Bukhari) and the Great Khalifa Omer Farooq said "Judge not people by their prayers and fastings, but judge them by their behaviour and their deeds".' No doubt, external observances have their place in life and have their uses, but they are all meant to strengthen a man in leading a virtuous life.

I heard Maulana Shabbir Ahmad Usmani say that in his contacts with the Quaid-i-Azam, he felt that the Great Leader had a much firmer faith in GOD than millions of so-called religious men, who spend their lives in theologies and scrupulous observance of religious formalities."[18]

ممتاز انگریز اہل قلم' دانشور اور سیاست دان سر اولاف کیرو (Sir Olaf Caroe) نے جنہوں نے 1939ء سے لیکر 1945ء تک بحیثیت سیکرٹری امور خارجہ حکومت ہند اور 1946ء تا 1947ء گورنر صوبہ سرحد گراں قدر خدمات سر انجام دیں' نیز انہوں نے ''دی پٹھان'' (The Pathans) کے نام سے ایک نہایت وقیع اور قابلِ قدر کتاب تحریر کی اور بہت نام کمایا' قائد اعظم محمد علی جناحؒ کو شاندار خراجِ عقیدت پیش کرتے ہوئے فرمایا:۔

''اگر ہم ان سے اسلام کے متعلق بات چیت کریں تو وہ ایک ''مجدّد'' کی مانند تھے۔ایک ایسے ''مصلح'' جو صدیوں بعد پیدا ہوتے ہیں تا کہ وہ ایمان (Faith) کی ازسر نو تعبیر کریں اور مسلمانوں کو صراطِ مستقیم پر گامزن کرنے کے لیے رہنمائی کریں''۔[19]

مفکرِ پاکستان' شاعرِ اسلام اور حکیم الامت حضرت علامہ ڈاکٹر محمد اقبالؒ نے قائد اعظمؒ کو خراجِ عقیدت پیش کرتے ہوئے فرمایا:۔

نگہ بلند' سخن دل نواز' جاں پُرسوز
یہی ہے رختِ سفر ''میرِ کارواں'' کے لیے

نیز آپ نے انہیں ''مسیحا'' اور ''مسلمانوں کا نجات دہندہ'' کے خطابات سے یاد فرمایا۔[20]

ڈاکٹر عمر حیات ملک جنہوں نے تحریک پاکستان میں قائد اعظمؒ کے ایک ''سپاہی'' کی حیثیت سے گرانقدر خدمات انجام دیں' ان کا بیان سنہری حروف سے لکھے جانے کے قابل ہے۔ آپ نے فرمایا:۔

''مسلمانانِ ہند کی تاریخ میں محمد علی جناحؒ ایک منفرد شخصیت کے حامل ہیں۔مغلیہ سلطنت کے زوال کے بعد ہندوستان میں ایسا کوئی مسلمان پیدا نہیں ہوا جس کے سامنے سب مسلمانوں نے سر تسلیم خم کیا ہو۔انہوں نے ہندوستان میں مسلم قوم کو جنم دیا اور آزادی کی راہ دکھا کر سارے ملک کی زبردست خدمت سر انجام دی جو ''پاکستان کے قیام'' پر منتج ہوئی''۔[21]

پیر الٰہی بخش نے اپنی عقیدت اور محبت کا اظہار کرتے ہوئے بابائے قوم کو مندرجہ ذیل الفاظ میں خراجِ عقیدت پیش کیا:۔

""محمد علی جناحؒ برصغیر کے دس کروڑ مسلمانوں کے "واحد نمائندہ" ہیں۔ وہ ان کی سیاسی امنگوں کے "واحد ترجمان" ہیں اور ان کے "واحد مرشد اور رہنما" ہیں۔ ان کے "نقش پا تاریخ رقم" کرتے ہیں اور ان کے فیصلوں پر ایک عظیم اور تاریخی قوم کی "تقدیر" کا انحصار ہوتا ہے"۔[22]

قائد اعظم محمد علی جناحؒ ایک ایسے نابغۂ روزگار اور منفرد اور واحد شخصیت تھے جو نہ صرف "بیسویں صدی کے سب سے بڑے مسلمان" تھے بلکہ دنیائے سیاست اور تاریخ عالم ان کا ثانی مہیا کرنے سے قاصر ہے۔ مسلمانان ہند کے علاوہ اسلامی دنیا اور مغربی زعما نے آپ کو شاندار اور زبردست خراجِ تحسین پیش کیا۔ سر عبداللہ ہارون نے آپ کو "مسلم انڈیا کا بے تاج بادشاہ" مسز اینی بیسنٹ نے آپ کو "بنی نوع انسان کے گلے کا ہار" مسولینی نے قائد اعظمؒ کو "ایک ایسی شخصیت قرار دیا جو کہیں صدیوں میں جا کر پیدا ہوتی ہے"۔ مسز سروجنی نائیڈو نے "پیغمبر قوم" کہا جبکہ بطلِ حریت، پیر طریقت، امیر ملت حضرت پیر جماعت علی شاہ محدّث علی پوری نے فرمایا: "قرآن و حدیثؐ کے احکام کی روشنی میں "محمد علی جناح اللہ کے ولی ہیں"۔[23]

اللہ رب العزت مشاورت اور صلاح و مشورہ کے حوالے سے تاجدار مدینہ، سرورِ کائنات حضرت محمد ﷺ کو ارشاد فرماتے ہیں: "اُن کے حق میں دعائے مغفرت کرو اور دین کے کام میں ان کو بھی شریک مشورہ کرو۔ پھر تمہارا عزم کسی رائے پر مستحکم ہو جائے تو اللہ پر بھروسہ کرو۔ اللہ کو وہ لوگ پسند ہیں جو اسی کے بھروسے پر کام کرتے ہیں۔ اللہ تمہاری مدد پر ہو تو کوئی طاقت تم پر غالب آنے والی نہیں"۔[24]

یہ بات قابل ذکر ہے کہ قائد اعظمؒ دینی اور مذہبی مسائل میں اسلام کی ممتاز اور مقتدر شخصیات سے نہ صرف رہنمائی حاصل کرتے تھے بلکہ صلاح و مشورہ بھی کرتے تھے۔ اس ضمن میں سید شریف الدین پیرزادہ رقمطراز ہیں:۔

"قائد اعظمؒ شروع میں مذہبی معاملات میں نواب بہادر یار جنگ سے اور بعد میں مولانا شبیر احمد عثمانی سے مشورہ لیا کرتے تھے۔ انہوں نے مولانا شبیر احمد عثمانی کو دستور ساز اسمبلی کا رکن بھی اسی لیے منتخب کرایا تھا۔"[25]

شیخ الاسلام پاکستان علامہ شبیر احمد عثمانی کا شمار پاکستان کی تاریخ کی ان چند عظیم ترین

ہستیوں میں ہوتا ہے جن کے ذکر کے بغیر تاریخ پاکستان نامکمل رہے گی۔ پاکستان، برصغیر پاک و ہند کے مسلمانوں بالخصوص قائد اعظم محمد علی جناحؒ، شیخ الاسلام علامہ شبیر احمد عثمانی اور قائد ملت لیاقت علی خان کی بے لوث اور انتھک جد وجہد کا ثمر ہے۔ شیخ الاسلام موصوف نے تحریک پاکستان میں بڑا سرگرم اور تاریخ ساز کردار ادا کیا۔ قائد اعظمؒ اور مسلم لیگ کو اگر علامہ شبیر احمد عثمانی کی تائید و حمایت حاصل نہ ہوتی تو پاکستان کا قیام موجودہ شکل و صورت میں بہت مشکل تھا۔ آپ نے شریعت اور سیاست کی رو سے عام مسلمانوں کی مسلم لیگ میں شرکت کو ضروری قرار دیا۔ چنانچہ اپنے پیغام کلکتہ میں فرمایا:-

''اس وقت مسلمانوں کو حصولِ پاکستان کی خاطر مسلم لیگ کی تائید و حمایت میں حدود شریعہ کی رعایت کے ساتھ حصہ لینا چاہیے۔ میں یہ گمان کرتا ہوں کہ اگر اس وقت مسلم لیگ ناکام ہوگئی تو پھر شاید مدت دراز تک مسلمانوں کو اس ملک میں پنپنے کا موقع نہ مل سکے گا' اس لیے وقت کی ضرورت ہے کہ مسلمان مسلم لیگ کے بازو مضبوط کریں''۔

قائد اعظم محمد علی جناحؒ بحیثیت ''مسلمان'' کس مقام پر فائز تھے اور اپنے آپ کو کیسا محسوس کرتے تھے، اس سلسلے میں جناب سید شریف الدین پیرزادہ نے بعض نہایت اہم واقعات بیان کیے ہیں جو ہمارے لیے مشعلِ راہ اور مینارۂ نور کی حیثیت رکھتے ہیں۔ سید صاحب فرماتے ہیں:-

''قائد اعظمؒ ایک روز بمبئی میں مسلم لیگ کے جلسے میں شرکت کے لیے تشریف لے جارہے تھے۔ راستے میں مجھ سے ''پراوڈ'' (PROUD) کے اُردو معنی پوچھے۔ میں نے بتایا کہ اس کا مطلب ''مغرور'' ہے۔ قائد اعظمؒ نے جلسہ گاہ میں تقریر کے دوران اردو جملہ بولتے ہوئے یہ الفاظ اس طرح استعمال کیے:-

''میں ''مغرور'' ہوں کہ میں مسلمان ہوں۔''

انہوں نے احتیاطاً ''پراوڈ'' کا لفظ بھی ساتھ بول دیا۔ واپسی پر میں نے عرض کیا کہ اگر آپ پورے جملے کا اردو مطلب دریافت کرتے تو میں بتاتا کہ

''مجھے اپنے مسلمان ہونے پر فخر ہے''۔[26]

سید شریف الدین پیرزادہ تحریر کرتے ہیں کہ وہ (قائداعظمؒ) اپنے ''مسلمان'' ہونے پر بہت فخر کیا کرتے تھے۔ اس کا اظہار انہوں نے نجی محفلوں اور عام جلسوں میں بھی فرمایا۔ میں آپ کو قائداعظمؒ کی ''مسلمانی'' کے چند واقعات سناتا ہوں۔ غالباً کانپور میں کسی احراری نے قائداعظمؒ سے سوال کیا: ''آپ شیعہ ہیں یا سنی؟'' قائداعظمؒ نے اس شخص سے جوابی سوال کیا: ''کیا تم بتا سکتے ہو پیغمبر اسلام ﷺ کیا تھے؟'' احراری کہنے لگا۔ ''وہ تو ''مسلمان'' تھے''۔ قائداعظمؒ نے کہا ''تو پھر میں بھی ''مسلمان'' ہوں''۔

انہوں نے ایک اور واقعہ سنایا کہ ایک ہندو بیرسٹر مشرف بہ اسلام ہوا تو کئی مسلمان اسے مبارکباد دینے گئے۔ کچھ دنوں بعد لوگوں نے اس سے پوچھا کہ ''آپ شیعہ ہیں یا سنی''؟ تو اس نے جواب دیا ''ذات پات کو ختم کرنے کے لیے تو میں مسلمان ہوا ہوں۔ آپ پھر مجھے ان جھمیلوں میں دھکیل رہے ہیں''۔ [27]

باب سوم:

اللہ کی حاکمیت اور سنت رسول ﷺ

اللہ کا دین:

اللہ رب العزت قرآن کریم فرقان حمید میں ارشاد فرماتے ہیں:۔

''اللہ کے نزدیک ''دین'' صرف اسلام ہے''۔ اس ''دین'' سے ہٹ کر جو مختلف طریقے ان لوگوں نے اختیار کیے جنہیں کتاب دی گئی تھی' ان کے اس طرزِ عمل کی کوئی وجہ اس کے سوا نہ تھی کہ انہوں نے علم آجانے کے بعد آپس میں ایک دوسرے پر زیادتی کرنے کے لیے ایسا کیا اور جو کوئی اللہ کے احکام اور ہدایات کی اطاعت سے انکار کردے، اللہ کو اس سے حساب لیتے دیر نہیں لگتی''۔ [28]

اسی طرح مزید ارشاد ربانی ہوتا ہے:۔

''تمام انبیاء کا ''دین'' اسلام تھا''[29]

چنانچہ اللہ جل جلالہٗ نے یہ فیصلہ سنا دیا کہ اس کے نزدیک دین صرف اسلام ہے' اس کے سوا کوئی دوسرا دین نہیں۔ اس سلسلے میں اللہ تعالیٰ ان لوگوں کے لیے واشگاف اور کھلے لفظوں میں اعلان فرماتے ہیں:۔

''اب کیا یہ لوگ اللہ کی اطاعت کا طریقہ (اللہ کا دین) چھوڑ کر کوئی اور طریقہ چاہتے ہیں؟ حالانکہ آسمان وزمین کی ساری چیزیں چاروناچار اللہ ہی کی تابعِ فرمان (مُسلم) ہیں''۔ [30]

اس کے بعد اللہ تعالےٰ فرماتے ہیں:۔

''اس فرماں برداری (اسلام) کے سوا جو کوئی شخص اور طریقہ اختیار کرنا چاہے' اس کا وہ طریقہ ہرگز قبول نہیں کیا جائے گا اور آخرت میں وہ ناکام ونامراد رہے گا''۔ [31]

اللہ کی حاکمیت:

مولانا اشرف علی تھانوی نے ''دارالسلام'' کا جو نقشہ پیش کیا تھا' قائداعظمؒ بھی اسی کے عین مطابق نظامِ پاکستان بنانا چاہتے تھے۔ اگست 1941ء میں آپ نے اس حقیقت کا اس طرح اظہار فرمایا:۔

"اسلامی حکومت کا یہ امتیاز پیش نظر رہنا چاہئے کہ اس میں اطاعت اور وفا کیشی کا مرجع خدا کی ذات ہے جس کے لیے تعمیل کا مرکز "قرآن مجید" کے احکام اور اصول ہیں۔ اسلام میں اصلاً نہ کسی بادشاہ کی اطاعت ہے نہ کسی پارلیمان کی، نہ کسی اور شخص یا ادارہ کی۔ قرآن کریم کے احکام ہی سیاست اور معاشرت میں ہماری آزادی اور پابندی کے حدود متعین کرتے ہیں۔ اسلامی حکومت دوسرے الفاظ میں قرآنی اصول اور احکام کی حکمرانی ہے"۔ [32]

یہ ایک حقیقت ہے بلکہ زندہ حقیقت کہ اللہ تعالیٰ اپنے بندے سے اس سے کہیں زیادہ محبت کرتا ہے جتنی اس کے والدین اس سے محبت کرتے ہیں۔ یہ بھی حقیقت ہے کہ رحمت اور فضل اس کا شیوہ ہے۔ چنانچہ خداوند تعالےٰ فرماتے ہیں:۔

"اب جو لوگ اللہ کی بات مان لیں گے اور اس کی پناہ ڈھونڈیں گے، ان کو اللہ اپنی رحمت اور فضل وکرم کے دامن میں لے لے گا اور اپنی طرف آنے کا سیدھا راستہ ان کو دکھاوے گا"۔ [33]

قرآن مجید میں ایک دوسری جگہ ارشاد باری تعالیٰ ہے:۔

"یہ اللہ کی ہدایت ہے جس کے ساتھ وہ اپنے بندوں میں سے جس کی چاہتا ہے رہنمائی کرتا ہے"۔ [34]

اسی طرح تنبیہ کے انداز میں خداوند بزرگ و برتر اپنے بندوں سے مخاطب ہوکر فرماتے ہیں:۔

"دیکھو تمہارے پاس تمہارے رب کی طرف سے "بصیرت" کی روشنیاں آگئی ہیں۔ اب جو بینائی سے کام لے گا، اپنا ہی بھلا کرے گا اور جو اندھا بنے گا، خود اپنا نقصان اٹھائے گا"۔ [35]

جہاں تک عزت وآبرو اور فضل وشرف کا تعلق ہے، اللہ رب العزت جسے چاہتے ہیں، عطا فرماتے ہیں:۔ ارشاد ربانی ہے:۔

"اے نبیؐ: ان سے کہو کہ فضل وشرف اللہ کے اختیار میں ہے، وہ جسے چاہے، عطا فرمائے۔ وہ وسیع النظر ہے اور سب کچھ جانتا ہے، اپنی رحمت کے لیے جس کو چاہتا ہے، مخصوص کرلیتا ہے اور اس کا فضل بہت بڑا ہے"۔ [36]

اسی طرح ایک دوسرے مقام پر ارشاد باری ہے:۔

''جب تمہارے پاس وہ لوگ آئیں جو ہماری آیات پر ایمان لاتے ہیں تو ان سے کہو تم پر سلامتی ہے۔تمہارے رب نے رحم وکرم کا شیوہ اپنے اوپر لازم کرلیا ہے''۔[37]

مسلمان کی یہ شان ہے کہ وہ اللہ رب العزت پر توکل اور بھروسہ کرتا ہے اور اسی سے مدد مانگتا ہے۔قرآنِ کریم فرقان حمید میں ارشاد ربانی ہے:۔

اَللّٰهُ لَآ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ ط وَعَلَى اللّٰهِ فَلْيَتَوَكَّلِ الْمُؤْمِنُوْنَ ۝

ترجمہ:''اللہ کے سوا کوئی معبود برحق نہیں،مسلمان کو اللہ ہی پر توکل رکھنا چاہیے''[38]

اسی طرح وہ اللہ جل جلالہٗ سے فضل،برکت اور رحم کے لیے ملتجی ہوتا ہے اور اسی سے دعا کرتا ہے،چنانچہ قائداعظمؒ کا یہ یقین اور ایقان تھا اور اسی پر آپ عمل پیرا تھے۔ہم افادۂ عام کے لیے قائداعظمؒ کی تقاریر اور بیانات کے چند اقتباسات پیش کریں گے جن سے یہ روز روشن کی طرح واضح ہو جائے گا کہ آپ اس سلسلے میں کس قدر محتاط تھے۔

یکم جنوری 1938ء کو مسلم سٹوڈنٹس فیڈریشن گیا کے سپاس نامے کے جواب میں طلبا سے خطاب کرتے ہوئے آپ نے فرمایا:۔

''حماقتوں کے ارتکاب سے ہی ہم دانش سیکھتے ہیں۔اگر میں آپ کی غیر ذمہ داری کو متانت میں بدلنے میں کامیاب ہوگیا تو نصف سے زیادہ جنگ جیت لوں گا۔آج کے طلبا کل کے رہنما ہوتے ہیں۔

میں آپ کے لیے ''اللہ کی رحمت'' طلب کرتا ہوں۔اللہ آپ کو کامیابی عطا فرمائے اور آپ پر اپنی ''رحمتیں اور برکتیں'' نازل فرمائے''۔[39]

اللہ رب العزت ارشاد فرماتے ہیں:۔

''اے نبیؐ!میرے بندے اگر تم سے میرے متعلق پوچھیں تو انہیں بتادو کہ میں ان سے قریب ہی ہوں۔پکارنے والا جب مجھے پکارتا ہے،میں اس کی پکار سنتا ہوں اور جواب دیتا ہوں لہٰذا انہیں چاہیے کہ میری دعوت پر لبیک کہیں اور مجھ پر ایمان لائیں۔یہ بات تم اُنہیں بتادو شاید کہ وہ راہِ راست پالیں۔[40]

آل انڈیا مسلم لیگ کا چھبیسواں سالانہ اجلاس قائداعظمؒ کی صدارت میں 26 تا

29 دسمبر 1938ء بمقام پٹنہ منعقد ہوا۔ سید عبدالعزیز نے خطبۂ استقبالیہ پیش کیا۔ قائداعظمؒ نے اپنے فی البدیہہ خطبہ میں ارشاد فرمایا:۔

''میں کہتا ہوں کہ مسلم لیگ کسی کی بھی دوست نہیں ہوگی لیکن اگر مسلمانوں کے مفاد میں ضرورت پیش آ جائے تو وہ ''شیطان سے بھی دوستی کر لے گی''۔ یہ بات نہیں کہ ہمیں سامراجیت سے اُنس ہے لیکن سیاست میں بھی کھیل ایسے ہی کھیلنا پڑتا ہے جیسے شطرنج کی بساط پر کھیلا جاتا ہے۔ میں کہتا ہوں کہ مسلمانوں اور مسلم لیگ کا صرف ایک دوست ہے اور وہ ہے ''مسلم قوم'' اور مدد کے لیے بھی وہ ایک اور صرف ایک ہی کی طرف دیکھتے ہیں اور وہ ہے ''اللہ''۔[41]

7 ستمبر 1939ء کو شملہ میں وائسرائے ہند لارڈ لن لتھگو سے ملاقات کے بعد بیان دیتے ہوئے قائداعظمؒ نے مسلم ہند کو اللہ رب العزت سے رجوع کرنے کی تاکید کی اور فرمایا:

''میں مسلمانوں سے اپیل کرتا ہوں کہ وہ مضبوطی کے ساتھ متحد ہو کر آل انڈیا مسلم لیگ کے پرچم تلے کھڑے ہو جائیں۔

آیئے! ہم دعا کریں کہ اللہ تعالیٰ اس سنگین لمحے میں ہماری رہنمائی فرمائے تاکہ ہم درست فیصلہ کرسکیں جو مسلم ہند کے بہترین مفاد میں ہو''۔[42]

19 اکتوبر 1941ء کو مسلم ہند کے نام ''عید الفطر'' کا ایمان افروز پیغام دیتے ہوئے قائداعظمؒ نے ببانگِ دُہل اعلان فرمایا:۔

''ماہ رمضان روزہ داری، عبادت اور اللہ تبارک وتعالیٰ کے ساتھ تعلق قائم کرنے کا مہینہ ہے۔ اسی ماہ میں قرآن کریم کا نزول ہوا۔

اس عظیم دن ہمیں یہ عہد کرنا چاہیے کہ ہم اس فرض کو ادا کریں گے جو ہماری قوم کی طرف سے ہم پر عائد ہوتا ہے یعنی اس ملک کی آزادی کے لیے جدوجہد کرنا۔ آیئے ہم بارگاہ رب العزت میں دعا کریں کہ وہ ہمیں طاقت عطا فرمائے کہ ہم خود کو اس عہد کے اہل ثابت کرسکیں اور اسے پورا کرسکیں''۔[43]

جیسا کہ پہلے بیان کیا جا چکا ہے قائداعظمؒ جب انگلستان سے واطن واپس تشریف لائے تو ان کو متعدد مسائل درپیش تھے لیکن سب سے بڑے دو مسئلے تھے: پہلا مسئلہ تو یہ تھا کہ ان

کے قول کے مطابق مسلمان مردہ ہو چکے تھے اور دوسرے یہ کہ مسلم لیگ نیم مردہ حالت میں تھی۔ مسلمانوں کی حیات نو یا نشاۃِ ثانیہ سب سے اہم کام تھا۔ وہ مذہبی، تہذیبی، ثقافتی، تعلیمی، اقتصادی اور سیاسی طور پر مفلوج تھے۔ ان کا احیاء کوئی معمولی کام نہ تھا۔ اس کے ساتھ ہی ساتھ مسلم لیگ جو دو حصوں میں بٹ کر تقریباً اپنی حیثیت اور اہمیت کھو بیٹھی تھی، اس کی تنظیم نو بھی ایک جان جوکھوں کا کام تھا۔ چنانچہ ملتِ مسلمہ کے اس "مردِ مجاہد" نے بیک وقت دونوں کاموں کا بیڑا اٹھایا اور اللہ رب العزت پر بھروسے اور توکل سے مسلمانوں کے تنِ مردہ میں جان ڈالنے کی مساعیٔ جمیلہ کا کام شروع کر دیا۔ مسلمانوں کو یک جا اور متحد و متفق کرنے کا آغاز کیا۔

اللہ جل جلالہٗ کا ارشاد ہے:-

"وَاعْتَصِمُوا بِحَبْلِ اللّٰهِ جَمِيعاً وَّلَا تَفَرَّقُوا ص

"سب مل کر اللہ کی رسی کو مضبوطی سے پکڑ لو اور تفرقہ نہ ڈالو"[44]

اور بقول علامہ اقبالؒ

ایک ہوں مسلم حرم کی پاسبانی کے لیے
نیل کے ساحل سے لے کر تا بخاکِ کاشغر[45]

قرآن کریم فرقان حمید کے اس سنہری اور روشن ارشاد کی روشنی اور علامہ اقبالؒ کے فرمان کی تعمیل میں قائداعظمؒ نے قوم کو اکٹھا اور متحد کرنے کا بیڑا اٹھایا اور خوب اٹھایا۔ یہی نہیں بلکہ آپ نے ان کے مردہ جسم میں جان ڈالنے کے لیے قرآن کریم کی روشن تعلیمات، اسوۂ حسنہ ﷺ اور حضرت علامہ ڈاکٹر محمد اقبالؒ کے ارشادات، افکار اور نظریات کو بروئے کار لاتے ہوئے مسلمانانِ ہند کو اپنی ایمان افروز روح پرور اور جان آفریں تقریروں اور بیانات کے ذریعے انہیں نیند سے بیدار کرنے کی کوشش کی۔

حضرت علامہ محمد اقبالؒ کے ارشاد کو بار بار دہراتے ہوئے فرمایا۔

منفعت ایک ہے اس قوم کی، نقصان بھی ایک
ایک ہی سب کا نبیؐ، دین بھی، ایمان بھی ایک

حرم پاک بھی، اللہ بھی، قرآن بھی ایک
کچھ بڑی بات تھی ہوتے جو مسلمان بھی ایک
فرقہ بندی ہے کہیں اور کہیں ذاتیں ہیں
کیا زمانے میں پنپنے کی یہی باتیں ہیں [46]

چنانچہ ہم دیکھتے ہیں کہ حضرت قائداعظمؒ نے جو سب سے پہلی ایک طویل جاں گداز، روح پرور اور ایمان افروز تقریر فرمائی، وہ آقائے نامدار، سرکار مدینہ، رحمت اللعالمین، خاتم النبیین حضور اکرم ﷺ کی ذات والا صفات کے بارے میں تھی۔ یہ تقریر آپ نے 1935ء میں فرمائی۔ درحقیقت جب فتنۂ قادیانیت اپنے عروج پر تھا اور مستشرقین (یورپی عالم) قرآن پاک اور حضور نبی اکرم ﷺ کی ذاتِ بابرکات پر رکیک حملے کررہے تھے تو لاہور کے ایک مردِ مجاہد نے عید میلاد النبیؐ کی مناسبت سے سلسلۂ تقاریر شروع کیا اور تحریکِ تنظیم مساجد کے زیرِ اہتمام انہیں شائع کیا۔ یہ صاحبِ دل اور دردمند مسلمان سید سرور شاہ گیلانی (علیگ) تھے۔ انہوں نے قائداعظمؒ کی خدمت میں درخواست کی کہ آپ حضور اکرم ﷺ کی حیات طیبہ کے بارے میں ایک لیکچر دیں۔ قائداعظمؒ نے یہ لیکچر تو انگریزی زبان میں دیا لیکن انہوں نے ''رحمت اللعالمینؐ'' (تقریر سیرت) کے پاک اور مبارک نام کے تحت شائع فرمایا۔ چونکہ یہ تقریر بہت طویل ہے اور سولہ صفحات پر مشتمل ہے، ہم افادۂ عام کے لیے تقریر کا آخری پیراگراف پیش کرنے کی سعادت حاصل کررہے ہیں:-

''حضور ﷺ کی بعثت سے قبل دنیا کے مختلف حصوں اور مختلف وقتوں کے لیے انبیائے کرام تشریف لاتے رہے۔ ان کی تعلیم عالم گیر نہ تھی اور عالمگیر ہو بھی کیسے سکتی تھی جبکہ انسانیت کو ارتقائی منازل طے کرنے میں ابھی بہت وقت درکار تھا۔ بالآخر ہمارے ہادی عالم ﷺ کا ورودِ مقدس اس وقت ہوا جب دنیا ایک ایسی منزل پر پہنچ چکی تھی جہاں سے وہ حقائق و معارف کے تمام امور کو سمجھنے کی صلاحیت رکھتی تھی۔ اسی لیے ہمارے پیغمبر ''آخر الزمان'' ﷺ کو خالق اکبر نے ''رحمت اللعالمین'' کے معزز لقب سے سرفراز فرمایا''۔ [47]

جیسا کہ پیشتر ازیں بیان کیا گیا ہے کہ قائداعظمؒ مختلف انداز اور مختلف پیرایے سے مسلم امت کو خواب غفلت سے بیدار کرنے اور انہیں متفق اور متحد کرنے میں کوشاں رہے۔ جہاں انہوں

نے اپنے بے مثال ماٹو ''ایمان، اتحاد، تنظیم'' کا بار بار نعرہ بلند فرمایا' وہاں آپ اللہ تعالیٰ قرآن کریم اور رسول اکرم ﷺ کا واسطہ دے کر مسلم قوم کو ان پر عمل پیرا اور کاربند ہونے کی تعلیم دیتے رہے۔

کلمہ توحید:

یکم فروری 1940ء کو راجکوٹ میں خطاب کے دوران آپ نے ڈنکے کی چوٹ اعلان فرمایا:۔

''کانگرس اپنی طاقت کے نشہ میں مدہوش ہے مگر ہم یہ نشہ اتارے بغیر چین سے نہیں بیٹھیں گے۔ہم یہ تسلیم کرتے ہیں کہ کانگرس کے پاس روپیہ ہے' اثرات ہیں اور تعلیم ہے مگر ہمیں اس کی پرواہ نہیں کیونکہ ہمارا اللہ ایک ہے' رسولؐ ایک ہے' قرآن ایک ہے اور مذہب ایک ہے' اس لیے کوئی وجہ نہیں کہ مسلمان ایک نہ ہوں اور جب مسلمان ایک ہوجائیں گے تو کانگرس تو کیا کوئی بھی ہمارا مقابلہ نہیں کرسکے گا۔ سیاسی کشمکش بڑھ رہی ہے اور مسلمانوں کو غلام بنانے کی کوششیں کی جارہی ہیں۔مسلمان بیدار ہوچکا ہے اور اب اس کو غلام بنانے کے امکانات نہیں ہیں''۔[48]

اسی طرح 3 نومبر 1940ء کو آزاد میدان پارک بمبئی میں نماز عید ادا کرنے کے بعد بیس ہزار کے عظیم الشان اجتماع سے خطاب کرتے ہوئے قائداعظمؒ نے واضح طور پر فرمایا:۔

''آپ متحد ہوجائیں تو نو کروڑ مسلمان جو چاہیں' حاصل کرسکتے ہیں۔میں آپ سے یہ کہنا چاہتا ہوں کہ آپ اقلیت نہیں ہیں بلکہ ہم ایک قوم ہیں۔اس لحاظ سے ہماری اپنی ایک قلمرو اور اپنی ایک حکومت ہونی چاہیے۔اسلامی ممالک سخت خطرے میں ہیں اور ان میں سے کسی پر حملہ ہوسکتا ہے۔اس ''یوم دعا'' پر میں چاہتا ہوں کہ آپ اپنے اسلامی ممالک کے بھائیوں کو امداد فراہم کرنے کے لئے وسائل پر غور کریں''۔[49]

3 جولائی 1943ء کو بلوچستان مسلم لیگ کانفرنس سے خطاب کرتے ہوئے قائداعظمؒ نے اعلان فرمایا:۔

''آپ جانتے ہیں کہ مسلم لیگ نے ہند کے مسلمانوں کو ایک دو صوبوں میں نہیں بلکہ سارے ہندوستان میں ایک ہجوم سے ایک قوم میں تبدیل کردیا۔آج کل ہم مسلمانوں کو ''ایک

ملت'' بنانے کے عمل سے گزر رہے ہیں۔ ہمارا ایک اللہ ہے' ایک کتاب قرآن مجید ہے اور ایک رسولؐ ہیں۔ آج آپ کے پاس ایک پرچم ہے' ایک پلیٹ فارم اور مسلم لیگ کے وسیلے سے ہمارے لوگوں کی ایک آواز ہے۔

ہمارے مخالفین بھی یہ اعتراف کرتے ہیں کہ ایسا قابل تعریف کام مسلم ہند کی پچھلی دو سو سالہ تاریخ میں کبھی نہیں ہوا''۔ [50]

آل انڈیا مسلم لیگ کے اکتیسویں سالانہ اجلاس منعقدہ 26 دسمبر 1943ء بمقام کراچی کی آخری نشست سے اختتامی خطاب کرتے ہوئے قائداعظمؒ نے فرمایا:۔

''وہ کون سی چیز ہے جس نے فردِ واحد کی طرح مسلمانوں کو متحد کر دیا ہے اور قوم کا ''ملجا اور ماوا'' کیا ہے؟''

پھر خود ہی انہوں نے اس سوال کا جواب دیتے ہوئے فرمایا: ''اسلام'' اور مزید فرمایا:۔

''یہ عظیم کتاب قرآن کریم ہے جو مسلمانانِ ہند کی پناہ گاہ ہے''۔ مجھے یقین ہے کہ جیسے جیسے ہم آگے بڑھتے جائیں گے' زیادہ سے زیادہ ''یکتائی'' آتی جائے گی۔ ایک اللہ' ایک کتاب قرآن کریم' ایک رسولؐ اور ایک قوم''۔ [51]

27 اکتوبر 1945ء کو گجرات کے اضلاع کی طرف سے دو لاکھ روپے کا چیک پیش کرنے کی تقریب میں خطاب کرتے ہوئے قائداعظمؒ نے مسلمانان ہند پر واضح کیا:

''پاکستان ہمارے لیے ''زندگی اور موت'' کا سوال ہے۔ میں پاکستان کے لیے زندہ رہوں گا اور پاکستان کے لیے ہی مروں گا''۔ یہ رقم برلاؤں' ڈالمیاؤں' کستور بھائیوں اور امبالالوں نے فراہم نہیں کی بلکہ غریب مسلمانوں نے جمع کی ہے جس سے اس عطیے کی قدر و قیمت ایک کروڑ روپے سے بڑھ گئی ہے۔ اس سے ظاہر ہوتا ہے کہ تمام مسلمان مرد عورت اور بچے شیعہ اور سنی سب مسلمان ایک خدا پر ایمان رکھتے ہیں اور ایک قوم ہیں۔ وہ پاکستان چاہتے ہیں اور اسے حاصل کر کے رہیں گے۔ یہ ان کا ''تعویذ'' ہے' ان کا سحر' جادو جوان کی قوت اور ان کے وقار میں اضافہ کر سکتا ہے۔ جب ایثار کا وقت آئے گا تو مجھے یقین ہے کہ وہ پاکستان کے لیے سب کچھ قربان کر دیں گے۔ پاکستان چاند کی طرح چمک رہا ہے اور ہم اس تک پہنچ جائیں گے''۔ [52]

قائداعظمؒ نے اپنا تن، من اور دھن، اپنا آرام وراحت اور سکھ چین حصول پاکستان کے لیے وقف کر رکھا تھا۔ آپ چاہتے تھے کہ پاکستان جلد از جلد حاصل ہو جائے لیکن پوری ملتِ اسلامیہ کو اس کے حصول کے لیے تیار کرنا اور اس کی قدر و قیمت سے آشنا کرنا سب سے بڑا کام تھا، یہی وجہ ہے کہ آپ نے پورے ملک کے دورے کیے اور دس کروڑ مسلمانوں کو اس کے لیے تیار کیا۔ قبائلی جرگہ پشاور سے خطاب کرتے ہوئے 17 اپریل 1948ء کو آپ نے اعلان کیا:۔

''میں نے جو کچھ کیا، اسلام کے ایک خادم کی حیثیت سے محض اپنا فرض ادا کرنے کی خاطر کیا اور حتی الامکان اپنی قوم کی مدد کرنے کی کوشش کی۔ میں اس بات کے لیے کوشاں رہا ہوں کہ مسلمانوں میں اتحاد پیدا کر دیا جائے۔ مجھے اعتماد ہے کہ آپ کسی فرد یا پاکستان کے کسی بھی علاقے سے پیچھے نہیں رہیں گے۔

ہم مسلمان ایک خدا، ایک کتاب قرآن مجید اور ایک رسولؐ پر ایمان رکھتے ہیں۔ بس ہمیں ایک قوم کی حیثیت سے بھی متحد ہو کر رہنا چاہیے۔ آپ کو اس پرانی کہاوت کا علم ہوگا کہ ''اتحاد میں قوت ہے۔ اتحاد بقاء کا ضامن ہے اور انتشار تباہی کا باعث اور سبب ہے''۔[53]

آل انڈیا مسلم لیگ کونسل کے اجلاس منعقدہ 21 اکتوبر 1939ء کو قائداعظمؒ نے وہ ایمان افروز، روح پرور اور دل گداز تقریر کی تھی جو سوائے ایک دو تقاریر کے ان کی تمام تقاریر اور بیانات پر حاوی بھی ہے اور بھاری بھی۔ ہمیں نہ صرف اسے حرز جان بنانا چاہئے بلکہ اس پر عمل پیرا ہونا بھی ہمارا فرض اولین ہونا چاہئے۔ قائداعظمؒ نے اس تقریر میں فرمایا:۔

''اب میری زندگی کی ''واحد تمنا'' یہ ہے کہ میں مسلمانوں کو آزاد اور سربلند دیکھوں۔

میں چاہتا ہوں کہ جب مروں تو یہ یقین اور اطمینان لے کر مروں کہ میرا ضمیر اور میرا خدا گواہی دے رہا ہو کہ جناح نے اسلام سے خیانت اور غداری نہیں کی اور مسلمانوں کی آزادی، تنظیم اور مدافعت میں اپنا فرض ادا کر دیا۔

میں چاہتا ہوں کہ مرتے دم میرا اپنا دل، میرا اپنا ایمان اور میرا اپنا ضمیر گواہی دے کہ جناح! تم نے واقعی مدافعتِ اسلام کا حق ادا کر دیا۔

جناح! تم مسلمانوں کی تنظیم، اتحاد اور حمایت کا فرض بجا لائے۔

میرا خدا یہ کہے کہ بے شک تم مسلمان پیدا ہوئے اور کفر کی طاقتوں کے غلبے میں اسلام کے علَم کو بلند رکھتے ہوئے مسلمان مرے"۔[54]

قائداعظمؒ اور اتباع سنت رسول ﷺ:

اتباعِ سنّت ﷺ (سنتِ رسول ﷺ کی پیروی) کے ضمن میں مفتی عبدالرحمٰن لکھتے ہیں:۔

"مجدد ملت، حکیم الامت حضرت مولانا اشرف علی تھانوی نے اپنے تبلیغی وفد کے ذریعے قائداعظمؒ کی توجہ سب سے پہلے نماز کی طرف مبذول کرائی اور انہوں نے نہایت ندامت کے ساتھ نماز نہ پڑھنے کے گناہ کا ایک بہت بڑے گروہ کے سامنے اقرار کرتے ہوئے نماز پڑھنے کا وعدہ فرمایا۔ اس کے بعد آخری دم تک آپ پابندی کے ساتھ نماز پڑھتے رہے۔

یہ بات قابل توجہ اور قابل ذکر ہے کہ قائداعظمؒ اگرچہ خاندانی شیعہ تھے لیکن چونکہ آپ کی دینی تربیت حکیم الامت حضرت تھانوی کے ذریعہ ہوئی تھی، اس لیے آپ نے اپنے آپ کو کتاب (قرآن کریم) اور سنتؐ (سنت رسول ﷺ) کا تابع بنالیا (یعنی سنت رسول ﷺ پر عمل کرنے لگے) اور شیعہ کہلانا پسند نہ کیا۔ چنانچہ کوئٹہ میں قیام کے دوران ایک شیعہ وفد نے آپ سے ملاقات کی اور اپنا استحقاق (حق) ظاہر کرتے ہوئے یہ کہا: "آپ ہمارے فرقہ میں سے ہیں"۔ قائداعظمؒ نے نہایت بے باکی سے اور دو ٹوک فرمایا: "NO, I AM A MUSLIM." "نہیں، میں مسلمان ہوں۔"[55]

جہاں تک سنت رسول ﷺ کی پیروی کا تعلق ہے، قائداعظمؒ دل و جان سے اس پر عمل پیرا تھے۔ مسلمان، اس وقت تک مسلمان نہیں ہوتا جب تک کہ وہ سچے دل سے اللہ رب العزت کی وحدانیت اور توحید کا اقرار نہ کرے اور کلمۂ طیبہ نہ پڑھے۔ کلمہ توحید کیا ہے؟ اللہ تعالیٰ کی وحدانیت اور توحید کا اقرار کرنا اور نبی آخر الزمان، رحمت اللعالمین، خاتم النبیین ﷺ کی رسالت کا اعتراف کرنا لیکن جہاں تک قائداعظم محمد علی جناحؒ کی ذات کا تعلق ہے، آپ نے اس حقیقت کا مسلمانانِ ہند کے سامنے اعلانیہ طور پر کئی بار اقرار فرمایا اور اس کا بنیادی مقصد صرف اور صرف مسلم ہند کو متفق اور متحد کرنا تھا کیونکہ قائداعظمؒ کے قیام انگلستان کے دوران مسلم لیگ تو ایک لحاظ سے

''مردہ'' ہو چکی تھی اور مسلمان ''نیم مردہ'' حالت میں تھے بلکہ قائداعظمؒ کے قول کے مطابق ''ہوا میں معلق'' تھے۔ چنانچہ آپ نے سٹوڈنٹس یونین اسمٰعیل کالج آندھیری بمبئی سے خطاب کرتے ہوئے 12 اگست 1939ء کو فرمایا:-

''مسلم لیگ کا پہلا اور اہم ترین کام مسلمانوں کی تنظیم کرنا ہے اور انہیں ایک مضبوط اور متحد جسد میں ڈھالنا ہے تا کہ مسلم فرقہ ملک کے قومی معاملات میں اپنا جائز مقام حاصل کر سکے۔

جہاں تک میرا تعلق ہے، میں مسلمانوں کی اس خدمت کی خاطر ''فرقہ پرست'' کہلانے کے لیے آمادہ ہوں۔ میں ایک پیدائشی مسلمان ہوں اور مسلمان کی حیثیت سے مروں گا۔''[56]

اسی طرح 13 فروری 1946ء کو نیو یارک ٹائمز کے نمائندے سے نئی دہلی میں ملاقات کے دوران قائداعظم محمد علی جناحؒ نے خانہ جنگی کی دھمکی دیتے ہوئے اعلان فرمایا:-

''اگر برطانیہ ہند کے چھ شمالی صوبوں میں ''پاکستان قائم کرنے میں ناکام رہا'' تو مسلمان لڑنے مرنے کے لیے تیار ہیں اور ملک کے طول و عرض میں علم بغاوت بلند کر دیں گے۔ اگر برطانیہ ایسا نہیں کرتا تو اللہ ان پر رحم کرے۔

میں نے اس باب میں کوئی گنجائش نہیں چھوڑی۔ میں اوّل و آخر مسلمان ہوں اور اس کے سوا کچھ نہیں''۔[57]

کانگرس کے آزاد پٹھان ریاست کے قیام کے مطالبے پر 28 جون 1946ء کو نئی دہلی میں ایک بیان دیتے ہوئے قائداعظم محمد علی جناحؒ نے سرحدی مسلمانوں کو متنبہ کرتے ہوئے فرمایا:-

''میں چاہتا ہوں کہ سرحد کے مسلمان اس بات کو سمجھ لیں کہ وہ ''پہلے مسلمان ہیں اور بعد میں پٹھان۔'' اگر صوبہ سرحد مجلس دستور ساز پاکستان میں شامل نہ ہوا تو ''تباہی'' ان کا مقدر ہو گی''۔[58]

ہم پیشتر ازیں یہ بیان کر چکے ہیں کہ قائداعظم محمد علی جناحؒ کی ابتدائی تعلیم و تربیت گھر پر ہوئی۔ آپ کے والد بزرگوار نے آپ کو قرآن کریم فرقان حمید پڑھایا اور پھر آپ نے سندھ مدرسۃ الاسلام سے تعلیم حاصل کی۔ جب بزنس ایڈمنسٹریشن کی تعلیم کیلئے لندن جانے کا مرحلہ آیا تو والدین کی رضامندی اور اسلامی روایات کے مطابق آپ کی شادی خانہ آبادی انجام پائی۔ یہاں اس امر کا ذکر ضروری معلوم ہوتا ہے کہ آپ کی والدہ ماجدہ نے اپنی طرف سے یہ شرط عائد

کر دی تھی کہ میرا بیٹا لندن روانہ ہونے سے پہلے ازدواجی رشتے میں منسلک ہو جائے کیونکہ ان کے خیال میں انگلستان ایک خطرناک ملک تھا اور وہاں کسی غیر شادی شدہ اور خاص طور پر محمد علی جیسے خوبصورت نوجوان کا جانا ٹھیک نہیں تھا۔ انہیں ڈر تھا کہ کہیں محمد علی انگلستان میں کسی انگریز عورت سے شادی نہ رچا لے جسے وہ جناح پونجا خاندان کے لیے ایک المیہ سمجھتی تھیں۔

جب محمد علی جناحؒ کے والد ماجد نے انہیں لندن بھیجنے کا فیصلہ کیا تو ان کے سامنے یہی بات تھی کہ محمد علی جناحؒ جب بزنس ایڈمنسٹریشن میں تعلیم حاصل کر کے واپس وطن آئیں گے تو ان جدید علوم کی روشنی میں اپنے کاروبار کو وسعت دیں گے۔ اس طرح ان کا کاروبار خوب پھلے پھولے گا۔ یہ الگ بات ہے کہ آپ بزنس ایڈمنسٹریشن کی تعلیم حاصل کرنے گئے لیکن بیرسٹر بن کر وطن واپس تشریف لائے۔ قدرتِ خداوندی کو یہی منظور تھا کیونکہ اس نے ان سے قوم کی فلاح کے لیے کام لینا تھا اور اس عظیم کام کے لیے قانون کی تعلیم نہایت ضروری اور لازمی تھی۔ محمد علی کی انگلستان روانگی پر آپ کے والدین کی جو ذہنی کیفیت تھی محترمہ فاطمہ جناحؒ نے اس کا نقشہ یوں کھینچا ہے:۔

”میری والدہ اس تصور ہی سے کہ وہ اپنے لاڈلے بیٹے سے تین سال کے لیے جدا ہو رہی ہیں، بے حد جذباتی ہو رہی تھیں لیکن چونکہ یہ جدائی محمد علی کے لیے بہت بہتر تھی، اس لیے وہ اسے بخوشی برداشت کرنے پر آمادہ ہو گئیں اور انہوں نے محمد علی سے کہا:۔

”سن بیٹا! تو جانتا ہے کہ تیری جدائی میرے لیے ناقابل برداشت ہو گی لیکن مجھے اُمید ہے کہ انگلستان جانے سے تم ضرور ”بڑے آدمی“ بن جاؤ گے۔ تمام زندگی میری یہی آرزو رہی ہے۔

محمد علی! تم اب ایک طویل سفر پر روانہ ہو رہے ہو۔ نہ معلوم مجھے کیوں ایسا لگ رہا ہے کہ جب تم انگلستان سے لوٹو گے تو میں تمہیں دیکھنے کے لیے دنیا میں موجود نہیں ہوں گی“۔

یہ کہہ کر وہ سسک پڑیں۔ محمد علی نے اپنی والدہ کو گلے لگا لیا۔ جذبات کی شدت سے خود محمد علی کا گلا بھی رندھ گیا۔ میری والدہ نے محمد علی کو رخصت کرتے ہوئے کہا:

”محمد علی! خدا تمہارا حافظ و ناصر ہو۔ مجھے اس ذات سے امید ہے کہ وہ میری خواہش ضرور پوری کرے گا۔ تم یقیناً ایک ”بڑے آدمی“ بنو گے اور میں تم پر فخر کروں گی“۔

مختصر یہ کہ محمد علی نے اپنے والد کی نگرانی، رہنمائی اور سرپرستی میں ضروری کاغذات تیار

کر لیے اور 1893ء کا نیا سال شروع ہوتے ہی جنوری میں وہ اپنے والدین کی دعاؤں اور مستقبل کی آرزوؤں کے ساتھ لندن روانہ ہو گئے۔[59]

چونکہ بزنس ایڈمنسٹریشن کی تعلیم محمد علی کے مزاج اور طبیعت کے مطابق نہ تھی اور آپ ''ہیرو'' بن کر ملک وقوم کی خدمت کرنا چاہتے تھے' اس لیے لندن جا کر تقریباً تین ماہ تک گراہمس ٹریڈنگ کمپنی میں اپرنٹس شپ کے بعد بار ایٹ لاء کرنے کا فیصلہ کر لیا کیونکہ لندن میں قیام کے دوران ان پر یہ راز کھلا کہ تمام ممتاز اور قدآور شخصیات نے قانون کی اعلیٰ تعلیم حاصل کی تھی۔ آپ نے لندن کے چار لاء سکولز کا جائزہ لینے کے بعد ''لنکنز ان'' کا انتخاب کیا اور اس میں داخلہ لے لیا۔ ''لنکنز ان'' میں داخلہ لینے کی وجہ یہ تھی کہ اس کے صدر دروازے پر دنیا بھر کے ''مقننین'' میں حضور نبی کریم ﷺ کا نام نامی اسم گرامی سرفہرست کندہ تھا۔

یہ امر قابل ذکر ہے کہ ''لنکنز ان'' میں داخلہ کے لیے ''لال کو'' ٹیسٹ لازمی تھا۔ چنانچہ آپ منت مانتے ہیں کہ اگر آپ یہ ٹیسٹ پاس کر لیں گے تو صرف لنکنز ان میں داخلہ لیں گے۔

قیام انگلستان کے دوران آپ نے نہ صرف مغربی سیاست اور تاریخ وتمدن کا مطالعہ کیا بلکہ مختلف مذاہب کا تقابلی جائزہ بھی لیا۔ یہی نہیں' آپ نے ممتاز دانش ور تھامس کارلائل کے لیکچر بعنوان ''دی ہیرو ایز پرافٹ محمد ﷺ'' (The Hero As Prophet Muhammad) کا خصوصی طور پر مطالعہ کیا۔ اس حقیقت کا آپ نے اس وقت اعتراف کیا جب عثمانیہ یونیورسٹی حیدر آباد دکن کے پروفیسر محمد اعظم خاں نے مذکورہ بالا لیکچر کا اردو ترجمہ شائع کرنے کا پروگرام بنایا تو انہوں نے قائد اعظمؒ کی خدمت میں کتاب کے لیے ''پیش لفظ'' لکھنے کی درخواست کی۔ آپ نے 26 اگست 1944ء کو بمبئی سے جو مکتوب تحریر کیا' اس میں فرمایا:

''میں جب انگلستان میں طالب علم تھا' اس وقت میں نے کارلائل کی اور کتابوں کے ساتھ اس کتاب کا بھی مطالعہ کیا تھا اور اس وقت سے چیلسیا کے اس مرد عاقل کی عظمت میرے دل میں جاگزیں ہے۔ اس نے ہمارے پیغمبر آنحضرت ﷺ کی زندگی کے حالات اور آپ کے کارناموں کی سچی تصویر کھینچ کر نہ صرف مسلمانوں بلکہ ساری دنیا کی بڑی خدمت انجام دی ہے''۔

یہ امر قابل ذکر ہے کہ تھامس کارلائل نے یہ لیکچر (مذکورہ بالا لیکچر) 8 مئی 1840ء

بروز جمعۃ المبارک دیا تھا اور اس کی مشہور و معروف کتاب "On Heroes Heroworship And The Heroic in History" میں اشاعت پذیر ہوا۔ یہ کتاب پہلی بار 1841ء میں شائع ہوئی تھی جبکہ پروفیسر محمد اعظم کی تصنیف ''سید الانبیاؐ'' کے نام سے چھپی۔ [60]

یہ بات ملحوظِ خاطر رکھنی چاہیے کہ قائداعظمؒ کے قیام انگلستان کے دوران ان کی زندگی کا یہ دوسرا واقعہ ہے جو آپ کی اسلامی فکر کی زندہ مثال ہے اور ان کی اسلامی تعلیمات پر پختگی کے ساتھ عمل پیرا ہونے اور ان کے ساتھ شیفتگی کی زندہ مثال ہے۔

جوہر میں ہو لاالٰہ تو کیا خوف
تعلیم ہو کو فرنگیانہ

آپ کے انگلستان میں قیام کے دوران جو واقعہ پہلی بار آپ کو پیش آیا' وہ ہماری نسل نو کے لیے مشعلِ راہ اور مینارۂ نور کی حیثیت رکھتا ہے۔ واقعہ یوں بیان کیا جاتا ہے۔ آپ کے لندن پہنچنے کے کچھ عرصہ بعد ایک فلیٹ میں ''پے انگ گیسٹ (Paying Guest) کے طور پر رہنا شروع کیا۔ یہ فلیٹ ایک بیوہ عورت مسز ایف۔ ای پیج ڈریک (F.E. Page Drake) کی ملکیت تھا۔ وہ اپنی جوان بیٹی کے ساتھ اس فلیٹ میں رہتی تھی اور عمر میں محمد علی جناحؒ کے برابر تھی۔ محترمہ فاطمہ جناحؒ کا بیان ہے: ''وہ دوشیزہ میرے بھائی کو پسند کرتی تھی۔ بعض اوقات وہ اپنی ماں کے گھر میں ''مخلوط پارٹیوں'' کا اہتمام کرتی تھی اور مختلف کھیلوں میں ایک خاص کھیل بڑے شوق سے کھیلتی تھی جس میں ہارنے والا سزا کے طور پر جیتنے والے کو ''بوسہ'' دیتا تھا۔ انہوں (محمد علی) نے خود کو بوسہ بازی سے ہمیشہ الگ رکھا۔ محمد علی نے مجھے بتایا کہ ایک مرتبہ کرسمس کے موقع پر مس پیج ڈریک نے اپنی بانہیں میری گردن میں حمائل کر دیں چونکہ میں ''آ کاس بیل'' (بڑے دن کی سجاوٹ کا سامان) کے نیچے کھڑا تھا جس کی اہمیت اس وقت مجھے معلوم نہ تھی۔ اس نے مجھ سے کہا کہ میں اس کا ضرور بوسہ لوں۔ میں نے اسے نرمی سے سمجھایا کہ ہمارے اپنے معاشرتی اصول ہیں جن کے مطابق مجھے بوسہ لینے کی

اجازت نہیں۔اس نے مجھے چھوڑ دیا اور پھر کبھی ایسی حرکت نہیں کی''۔[61]

قائداعظم محمد علی جناحؒ بارایٹ لاء کرنے کے بعد جولائی 1896ء میں وطن واپس تشریف لائے اور 24 اگست 1896ء کو بمبئی ہائی کورٹ میں وکالت کرنے کے ضمن میں اندراج (انرول منٹ) کروایا۔آپ کی زندگی کا قابلِ ذکر اور قابلِ توجہ واقعہ جو آپ کی آقائے نامدار، سرورِ کونین رحمت اللعالمین خاتم النبیین حضرت محمد ﷺ کے ساتھ محبت بلکہ اُنسیت ظاہر کرتا ہے، وہ عید میلاد النبی ﷺ کی مبارک اور متبرک تقریب ہے جو نواب محسن الملک، محسن الدولہ، منیر نواز جنگ، سید مہدی علی شاہ (ولادت 9 دسمبر 1837ء، وفات 16 اکتوبر 1907ء)، سیکرٹری، اردو ڈیفنس ایسوسی ایشن (1900ء سیکرٹری ایم۔اے۔او کالج علی گڑھ، مترتب (تشکیل کنندہ شملہ وفد اکتوبر 1906ء) اور بانی وجائنٹ سیکرٹری آل انڈیا مسلم لیگ) کی صدارت میں 11 اگست 1897ء کو انجمن اسلام سکول بلڈنگ، بمبئی میں منعقد ہوئی۔آپ نے اس تقریب سعید میں شرکت فرمائی۔اس وقت آپ کی عمر اکیس سال کے قریب تھی۔[62]

قائداعظمؒ کی زندگی کا اگلا تاریخ ساز اور مشہور ومعروف کارنامہ ''وقف علی الاولاد بل'' ہے جو آپ نے دادا بھائی نوروجی کے پرائیویٹ سیکرٹری کی حیثیت سے خان بہادر مولوی محمد یوسف کے ساتھ صلاح ومشورے کے بعد ایک قرارداد کی شکل میں 27 دسمبر 1906ء کو کانگرس کے پلیٹ فارم سے پیش کیا۔آپ نے اس موقع پر ایک پُرمغز اور مدلل تقریر کی اور اتفاق رائے سے مذکورہ بالا پلیٹ فارم سے وقف بل کے حق میں یہ قرارداد منظور ہوئی۔یہ بات قابل ذکر ہے کہ 1873ء میں بمبئی ہائی کورٹ نے وقف بل (قانون محمدی ﷺ) منسوخ کر دیا تھا اور یوں مسلمانوں کو اس حق سے محروم کر دیا تھا۔یہ بات بھی لائق توجہ ہے کہ سر سید احمد خان، جسٹس سید محمود اور جسٹس سید امیر علی اسے واگزار کروانے میں ناکام رہے تھے۔بالآخر قائداعظمؒ نے مولانا شبلی نعمانی کی رہنمائی اور صلاح ومشورے سے یہ بل مختلف اوقات میں مسلم لیگ کے پلیٹ فارم سے 1911ء اور 1913ء میں پیش کیا اور پریوی کونسل نے اسے منظور کر لیا اور حکومت برطانیہ نے بھی اس کی توثیق کر دی۔یوں قائداعظمؒ وقف بل کو واگزار کروانے میں کامیاب وکامران ہو گئے اور مسلمانانِ ہند کی آنکھ کا تارا بن گئے۔قدرت کاملہ نے یہ فخر اور یہ اعزاز وفضیلت قائداعظمؒ کے

حصے میں لکھ دی تھی۔اس طرح آپ نے مسز سروجنی نائیڈو کے قول کے مطابق نہ صرف مسلمانوں کے دل جیت لیے بلکہ وہ آپ سے قانونی مشورے بھی لینے لگے۔[63]

قائداعظمؒ کی زندگی کا ایک اہم ترین واقعہ جو آپ کی اسلام سے بے پناہ محبت اور شیفتگی کا جیتا جاگتا ثبوت ہے' مشہور و معروف پارسی بیرونیٹ سر ڈنشا پٹیٹ Sir Dinshaw Petit)' ولادت 1873ء' وفات 1933ء) کی صاحبزادی رتن بائی (Ruttie or Ratanbai) سے شادی ہے۔ یہ بات قابل توجہ ہے کہ رتن بائی کی شادی کی پیش کش کے جواب میں قائداعظمؒ نے اسے ''اسلام'' قبول کرنے کی دعوت دی۔ آپ چاہتے تو بعض لوگوں کی طرح ''سول میرج'' (Civil Marriage) کر سکتے تھے اور کوئی آپ کو روکنے والا نہیں تھا لیکن آپ نے ایسا ہرگز نہیں کیا کیونکہ آپ جتنے سچے اور پکے مسلمان تھے' اس سے کہیں زیادہ آپ کو ''اسلام'' کی حقانیت اور سچائی پر یقین تھا اور آپ ''اسلام'' کی درخشاں اور روشن تعلیمات اور روایات کے خلاف عمل کرنے کے بارے میں سوچ بھی نہیں سکتے تھے۔اس وقت کا تقریباً سارا ہندی اور غیر ملکی پریس اس بات کا شاہد ہے کہ رتن بائی نے 18 اپریل 1918ء کو دین حنیف یعنی اسلام قبول کیا اور اس سے اگلے روز یعنی 19 اپریل 1918ء کو اسلامی روایات کے مطابق آپ کی شادی انجام پائی۔[64]

7 ستمبر 1920ء کو آل انڈیا مسلم لیگ کا ایک خصوصی اجلاس قائداعظم محمد علی جناحؒ کی صدارت میں ''مسئلہ خلافت'' پر اظہار خیال کے لیے منعقد ہوتا ہے۔قائداعظمؒ حکومت وقت پر کڑی تنقید کرتے ہوئے ''رولٹ ایکٹ'' کے حوالے سے فرماتے ہیں:۔

''سب سے پہلے حکومت نے ''رولٹ ایکٹ'' نافذ کیا جس کی وجہ سے پنجاب میں خون کی ندیاں بہہ گئیں۔اس کے بعد سلطنت ترکی اور ''خلافت'' کو پارہ پارہ کر دیا گیا۔حکومت نے سب سے پہلے ہماری ''آزادی'' پر حملہ کیا اور بعد میں ہمارے ''ایمان'' کو پامال کیا۔''مسئلہ خلافت'' کو ہم نے ''اسلامی نقطۂ نظر'' سے سوچنا اور پرکھنا ہے کیونکہ ہمارے لیے ''یہ زندگی اور موت'' کا مسئلہ ہے''۔[65]

مذہبی آزادی انسان کا بنیادی حق ہے لیکن برطانوی راج میں مسلمانوں کو مذہبی آزادی

حاصل نہ تھی اور انگریزوں اور ہندوؤں کے زیر اثر مسلمانوں کے مذہبی حقوق پامال ہو رہے تھے۔ چنانچہ مذہبی مسائل پر تبصرہ اور اظہار خیال اور ان کا حل تلاش کرنے کے لیے شملہ اور کلکتہ میں ''یونیٹی کانفرنسوں'' کا انعقاد ہوا۔ دونوں فرقوں یعنی مسلمانوں اور ہندوؤں کے قائدین اور زعماء کے صلاح ومشورہ سے متفقہ طور پر قائداعظمؒ مذکورہ بالا یونیٹی کانفرنسوں کے صدر مقرر کیے گئے۔ شملہ یونیٹی کانفرنس 16 تا 22 دسمبر 1927ء اور کلکتہ یونیٹی کانفرنس 27 تا 28 اکتوبر 1928ء کے اجلاس قائداعظمؒ کی صدارت میں منعقد ہوئے اور ان کانفرنسوں میں اذان' مساجد کے سامنے میوزک بجانا' گائے کا ذبیحہ' گائے کی قربانی' عیدالفطر اور عیدالاضحیٰ کے مبارک موقعوں پر عیدگاہوں میں ہندوؤں کی طرف سے گندگی پھیلانے اور پانی چھوڑنے (تاکہ مسلمانوں کو نماز عیدین ادا کرنے میں مشکلات کا سامنا کرنا پڑے) جیسے مسائل زیر بحث آئے۔ مسلمانوں کی تہذیب وتمدن کو تباہ و برباد کرنے کے لیے کانگرسی وزارتوں کے زمانے میں اُردو اور فارسی کو ختم کر کے ہندی رائج کرنے' بندے ماترم' ترنگا' شدھی اور سنگھٹن ایسے مسئلوں نے مسلمانانِ ہند کو نہ صرف ذہنی طور پر پریشان کیا بلکہ ان کی مذہبی' معاشرتی' معاشی' تعلیمی اور سیاسی آزادی داؤ پر لگا دی۔

مذکورہ بالا یونیٹی کانفرنسوں میں مسلمان زعما میں مولانا محمد علی جوہر' مولانا شوکت علی' حکیم محمد اجمل خان' مولانا محمد شفیع داؤدی' ڈاکٹر مختار احمد انصاری' سر میاں محمد شفیع' حسین شہید سہروردی' ڈاکٹر سیف الدین کچلو' مولانا ابوالکلام آزاد اور شعیب قریشی شریک ہوئے جبکہ ہندو اور سکھ لیڈروں میں ڈاکٹر گوکل چند نارنگ' ڈاکٹر مونجے (ہندو مہاسبھا)' پنڈت مدن موہن مالویہ' لالہ لاجپت رائے اور سردار اُجل سنگھ نے شرکت کی۔

لاہور کے ایک بدنام زمانہ پبلشر راج پال کی کتاب ''رنگیلا رسول'' کی اشاعت پر جس میں حضور اکرم ﷺ کی ذات بابرکات پر ناروا حملے کیے گئے تھے' مسلمانان ہند میں غم وغصے کی لہر دوڑ گئی۔ سریاں والا بازار کے سرفروش مجاہد غازی علم الدین شہید کی غیرتِ ایمانی جوش میں آئی اور انہوں نے نتائج کی پرواہ کیے بغیر راج پال کو موت کے گھاٹ اتار دیا اور وہ گرفتار کر لیے گئے۔ لاہور ہائی کورٹ میں مقدمہ چلا۔ یہ امر قابل توجہ اور باعث دلچسپی ہے کہ چونکہ ایک ہائی کورٹ

کا وکیل یا بیرسٹر دوسرے ہائی کورٹ میں مقدمہ نہیں لڑ سکتا تھا' اس لیے قائداعظمؒ نے بمبئی ہائی کورٹ سے پنجاب ہائی کورٹ میں غازی علم الدین کے مقدمہ میں پیش ہونے کے لیے اجازت طلب کی لیکن پنجاب ہائی کورٹ کے جج مسٹر جسٹس براڈوے نے اجازت دیئے جانے کی مخالفت کی البتہ چیف جسٹس سر شادی لال نے قائداعظمؒ کو پیش ہونے کی اجازت دے دی۔

روزنامہ انقلاب لاہور نے اس فیصلے کو چیف جسٹس کا ہوش مندانہ فیصلہ قرار دیا کیونکہ جسٹس سر شادی لال ایک انتہائی کٹر اور متعصب ہندو تھا اور اگر وہ قائداعظمؒ کو مقدمہ کی پیروی کرنے کی اجازت نہ دیتا تو مسلمانان ہند میں انتہائی غم وغصہ پھیل جاتا۔[66]

یہ کہنا بے جا اور مبالغہ نہ ہوگا کہ قائداعظمؒ کی زندگی کا یہ اہم ترین واقعہ ہے کہ آپ بمبئی ہائی کورٹ سے خصوصی اجازت نامہ حاصل کر کے لاہور تشریف لائے اور 15 جولائی 1929ء سے لے کر 20 جولائی 1929ء تک لاہور میں مقیم رہے اور مقدمے کی بھرپور پیروی فرمائی۔ 1934ء کے آغاز میں مسئلہ ختم نبوت شدت اختیار کرتا ہے۔ مغرب میں مستشرقین قرآن کریم اور حضور اکرم ﷺ کی ذات بابرکات پر ناروا' بے بنیاد اور رکیک حملے کرتے ہیں۔ ایک طرف شاعر اسلام اور مفکر پاکستان علامہ محمد اقبالؒ جو انجمن حمایت اسلام کے صدر ہیں' انجمن حمایت اسلام کی جنرل کونسل کے اجلاس میں مسئلہ ختم نبوت کے حوالے سے اجلاس میں تحریک پیش کرتے ہیں کہ انجمن دوٹوک فیصلہ کرے کہ اس کا کوئی رکن ''قادیانی'' نہیں ہوگا۔ نتیجے کے طور پر یہ مسئلہ شدت اختیار کرتا ہے۔[67]

دوسری جانب مصری شاہ لاہور کے ایک دردمند اور صاحب دل بزرگ سید سرور شاہ گیلانی تحریک تنظیم مساجد کے زیر اہتمام عید میلاد النبی ﷺ پر ''تقاریر سیرت'' کا اہتمام کرتے ہیں۔ چنانچہ اس سلسلے کی سب سے پہلی تقریر بعنوان ''رحمت اللعالمین'' پیش کرنے کے لیے قائداعظمؒ سے درخواست کرتے ہیں۔ یہ بات خصوصی توجہ کی مستحق ہے کہ قائداعظمؒ ایک نہایت ایمان افروز' روح پرور اور دل گداز تقریر مسلمانان ہند کی خدمت میں اس پلیٹ فارم سے پیش کرتے ہیں۔

ہماری معلومات کے مطابق قائداعظمؒ نے اصل تقریر انگریزی میں کی تھی۔ خادم ملت

جناب سید سرور شاہ گیلانی مرحوم و مغفور نے اس انگریزی تقریر کا اردو ترجمہ ملتِ اسلامیہ کے استفادہ کے لیے 1935ء میں دفتر تنظیم مساجد، محلہ مصری شاہ لاہور سے شائع کیا۔ چنانچہ تقاریر سیرت کے سلسلے کی یہ پہلی تقریر تھی جو سولہ صفحات پر مشتمل ہے اور پاکستان میں اس کے صرف دو نسخے ہیں۔ ایک اصلی نسخہ راقم الحروف کے ذاتی کتب خانے میں محفوظ ہے جو پہلا ایڈیشن ہے جبکہ دوسرا نسخہ جو دوسرا ایڈیشن ہے، بہاول پور پبلک لائبریری میں موجود ہے۔ یہ امر قابل ذکر ہے کہ یہ نادر و نایاب تقریر راقم الحروف کی تازہ ترین کتاب بعنوان ''رحمت اللعالمین ﷺ: قائداعظمؒ کی نظر میں'' محفوظ ہوگئی ہے۔ ضروری معلوم ہوتا ہے کہ عوام کے افادہ کے لیے اس ایمان افروز تقریر کا آخری پیرا گراف پیش کیا جائے جس میں قائداعظمؒ نے تاجدارِ مدینہ، سرورِ کونین حضور اکرم ﷺ کو ''پیغمبر آخر الزمان'' اور ''رحمت اللعالمین ﷺ'' کے معزز القاب سے مخاطب کیا ہے۔

قائداعظمؒ فرماتے ہیں:۔

''حضور ﷺ کی بعثت سے قبل دُنیا کے مختلف حصوں اور مختلف وقتوں کے لیے انبیائے کرام تشریف لاتے رہے۔ ان کی تعلیم عالمگیر نہ تھی اور عالمگیر ہو بھی کیسے سکتی تھی جبکہ انسانیت کو ارتقائی منازل طے کرنے میں ابھی بہت وقت درکار تھا۔ بالآخر ہمارے ہادیٔ عالم ﷺ کا ورودِ مقدس اس وقت ہوا جب دنیا ایک ایسی منزل پر پہنچ چکی تھی جہاں سے وہ حقائق و معارف کے تمام امور کو سمجھنے کی صلاحیت رکھتی تھی۔ اسی لیے ہمارے ''پیغمبر آخر الزمان'' ﷺ کو ''رحمت اللعالمین'' کے معزز لقب سے خالقِ اکبر نے سرفراز فرمایا۔''[68]

قائداعظم محمد علی جناحؒ کی زندگی کا ایک اور روشن اور تابندہ پہلو جو نہ صرف ان کی اسلامی فکر کی عکاسی کرتا ہے بلکہ سرورِ کائنات، محبوبِ خدا حضرت محمد ﷺ کی ذات والاصفات سے بے پناہ محبت اور شیفتگی کا جیتا جاگتا ثبوت ہے۔ وہ میلاد النبی ﷺ کی بابرکت تقریب ہے جس میں نہ صرف آپ نے شرکت فرمائی بلکہ ایک روح پرور، ایمان افروز اور فکر انگیز خطاب بھی فرمایا۔ اس خطاب میں آپ نے نہ صرف ملتِ اسلامیہ پر خوابِ غفلت سے بیدار ہونے پر زور دیا بلکہ آقائے نامدار حضرت محمد ﷺ کے اسوۂ حسنہ پر کاربند اور عمل پیرا ہونے کی تلقین کی۔ اس سلسلے میں پروفیسر شریف المجاہد تحریر کرتے ہیں:۔

"May(third week), 1937; Addressing a Prophet's Birthday meeting at Cowasji Jehangir Hall, Bombay, Mr. Muhammad Ali Jinnah, said that "the Prophet (PBUH) had given not only a RELIGION but also a CODE - a CODE without any parallel. It was a moral, social, economic and political CODE, and that CODE has stood the brunt and test of the changing times. But it was no use simply praising the PROPHET (PBUH) and the system he had given and it was no use living on the past. He asked the audience, "WHERE WE ARE?", and after a little pause replied, "WE ARE NOWHERE". He said they were unworthy of the great Man, who had left them that proud heritage, which stood for LIBERTY, FRATERNITY & EQUALITY." "Will you wake up?" he asked and appealed to the great assemblage of people "to redeem their" CHARACTER," and if they succeeded in doing so, he asked the audience to believe in him that there was no body who would touch them."[69]

یہاں اس تلخ حقیقت کا تذکرہ بے وقت اور بے جا نہ ہوگا کہ قائداعظم محمد علی جناحؒ مارچ 1934ء میں ہندوستان واپس تشریف لائے تو مسلم لیگ کو ''نیم مردہ'' اور مسلمانانِ ہند کو ''مردہ حالت'' میں پایا نیز آپ کے ارشاد کے مطابق مسلمانوں کی حالت "NO MAN'S LAND" جیسی تھی یعنی ''وہ زمین اور آسمان کے درمیان معلق تھے''۔ اسی تلخ اور روح فرسا حقیقت کی طرف قائداعظمؒ نے پیشتر ازیں پیش کردہ عید میلادالنبی ﷺ کے مبارک اور متبرک موقع پر اپنے خطاب میں اشارہ فرمایا۔

1935ء کے انڈیا ایکٹ کے تحت انتخابات کے نتیجے میں کانگرس نے چھ سات

صوبوں میں اکثریت رائے سے انتخابات جیت لیے اور کانگرسی حکومت قائم ہوگئی۔ طاقت کے نشے میں سرشار متعصب اور مسلمان و اسلام دشمن ہندوؤں نے سمجھا کہ "ہندو راج" قائم ہوگیا ہے اور ہندوؤں کا "اکھنڈ بھارت" کا خواب پورا ہوگیا ہے۔ نتیجے کے طور پر کانگرس مسلمانوں کی تہذیب وتمدن کو ملیامیٹ اور تباہ وبرباد کرنے پر اُتر آئی۔ بندے ماترم ترنگا اور اُردو کی جگہ ہندی رائج کرنے سے بھی گریز نہ کیا۔ ہندو مظالم اور فرقہ وارانہ فسادات نے قریباً سارے ملک کو اپنی لپیٹ میں لے لیا۔ ہندوؤں کے مظالم اور فرقہ وارانہ فسادات کی تحقیق اور چھان بین کے لیے مسلم لیگ نے قائداعظمؒ کو پیر پور کمیٹی اور شریف کمیٹی مقرر کرنے کا اختیار دیا۔ 1936ء میں لاہور میں مسجد شہید گنج کا سانحہ رونما ہوگیا۔ مسلمان لیڈروں اور صحافیوں کو حکومت وقت نے نہ صرف جیلوں میں بند کردیا بلکہ اخبارات اور پریس بھی ضبط کر لیے۔ اس آڑے وقت میں صرف اور صرف قائداعظمؒ مسلمانوں کے کام آئے۔ آپ نے لاہور پہنچ کر نہ صرف گورنر پنجاب سے گفت وشنید کر کے فریقین میں 21 فروری 1936ء کو مصالحت کروائی بلکہ گرفتار شدہ لیڈر اور صحافی رہا کروائے اور اخبارات اور پریس بحال کروائے۔

آل انڈیا ریڈیو بمبئی سے اسلامی تعلیمات کے بارے میں ایک معرکۃ الآرا نشری تقریر

ایسے روح فرسا' نازک اور پریشان کن حالات میں مسلمانانِ ہند کو صورت حالات کا مقابلہ کرنے کے لیے تیار کرنا نہایت مشکل کام تھا۔ ضرورت اور وقت کا یہ تقاضا تھا کہ انہیں یکجا اور متحد کیا جائے' انہیں خواب غفلت سے بیدار کیا جائے' ان کو ذمہ داری کا احساس دلایا جائے اور اسلامی تعلیمات اور حضور اکرم ﷺ کی روشن اور منور زندگی اور تعلیمات سے متعارف کرایا جائے جنہیں وہ بھلا چکے تھے۔ چنانچہ ایسے پُرآشوب اور ناموافق حالات میں قائداعظم محمد علی جناحؒ وائسرائے ہند لارڈ لِن لتھگو (LORD LINLITHGOW ولادت: 1887ء' وفات: 1952ء' موصوف 1936ء سے لیکر 1944ء تک وائسرائے ہند رہے) کی خصوصی اجازت سے 13 نومبر 1939ء کو آل انڈیا ریڈیو' بمبئی سے فلسفۂ عبادت' رمضان المبارک کے روزوں

اور بالخصوص حقوق اللہ، حقوق العباد، قرآن کریم کے مطابق عبادت اور زندگی، قرآنی تعلیمات، اسوۂ حسنہ ﷺ کی منور اور ایمان افروز تعلیمات پر سیر حاصل تقریر فرماتے ہیں:۔

رمضان المبارک کی برکات:

''آج رمضان المبارک کے روزے اور عبادت کا نظم وضبط اللہ جل شانہٗ کے حضور دل کے ایک لافانی عجز کے ساتھ پایۂ تکمیل کو پہنچ جائے گا لیکن یہ عجز کمزور دل کا عجز نہیں ہوگا اور جو لوگ ایسا سمجھتے ہیں، وہ اللہ تبارک وتعالیٰ اور رسول اللہ ﷺ دونوں کے ساتھ ناانصافی کا ارتکاب کرتے ہیں کیونکہ یہ تمام مذاہب کا قول محال ہے کہ ''عاجز مضبوط ہوگا'' اور اسلام کی صورت میں یہ بات خصوصی اہمیت کی حامل ہے کیونکہ اسلام فی الحقیقت ''عمل'' کا تقاضا کرتا ہے۔

ہمارے رسول ﷺ نے رمضان المبارک کا نظم وضبط ہمیں ''عمل'' کے لیے ضروری قوت مہیا کرنے کی خاطر وضع فرمایا تھا اور عمل میں انسانی معاشرہ ملحوظ خاطر ہے۔ جب ہمارے رسول ﷺ نے عمل کی تلقین فرمائی تو ان کے ذہن مبارک میں ایک فرد واحد کی تنہا زندگی نہیں تھی بلکہ جو افعال اپنے طور پر اس سے سرزد ہوتے ہیں یعنی عبادت اور وہ سب کچھ پیش نظر تھا جس کا روحانیت سے تعلق ہے''۔

عبادت اور زندگی قرآنی تعلیمات کی روشنی میں:

قرآن کریم کے مطابق عبادت اور زندگی میں ایک بہت ہی حقیقی ربط موجود ہے۔ آپ کو یاد ہوگا کہ کتنے حیرت انگیز مواقع ہمیں عطا کیے گئے تاکہ ہم اپنے بھائیوں سے مل سکیں، ان کا مطالعہ کرسکیں، انہیں سمجھ سکیں اور سمجھ کر ان کی خدمت کرسکیں اور آپ دیکھیں گے کہ یہ تمام مواقع عبادات کا نظام قائم کرکے تخلیق کیے گئے۔ دن میں پانچ بار ہمیں محلہ کی مسجد میں جمع ہونا ہے، پھر ہفتے میں ایک بار جمعہ کے روز ہمیں جامع مسجد میں جانا ہے، پھر سال میں دوبار عیدین کے دن سب سے بڑی مسجد یا شہر کے باہر میدان میں ہمارا اجتماع ہوتا ہے اور آخر میں حج ہے جس کے لیے مسلمان دنیا کے اطراف وجوانب سے سفر کرتے ہیں تاکہ کم ازکم زندگی میں ایک بار بیت اللہ میں اللہ تبارک وتعالیٰ کے حضور حاضر ہوسکیں۔ آپ نے ملاحظہ کیا ہوگا کہ ہماری عبادات کا یہ نظام لازمی طور پر نہ صرف دیگر مسلمانوں سے ہمارے رابطے استوار کرتا ہے بلکہ جملہ اقوام کے افراد

سے بھی جن سے ہمارا دوران سفر لازمی طور پر سابقہ پڑتا ہے۔ میں نہیں سمجھتا کہ ہماری عبادات کے بارے میں یہ احکام محض خوشگوار اتفاق ہوسکتے ہیں۔ مجھے یقین ہے کہ انہیں اس انداز سے وضع کرنے کا مقصد انسانوں کو ان کے معاشرتی احساسات کی تکمیل کے مواقع فراہم کرنا ہے۔

قرآن کریم میں انسان کو درحقیقت ''خلیفۃ اللہ'' کا نام دیا گیا ہے۔ اگر انسان کی اس تعریف کی کوئی اہمیت ہے تو یہ ہم پر ''اتباع قرآن'' کا فریضہ عائد کرتی ہے کہ ہم دوسروں کے ساتھ وہی سلوک روا رکھیں جو اللہ اپنی مخلوق بنی نوع انسان کے ساتھ روا رکھتا ہے۔ اس لفظ کے وسیع تر مفہوم میں یہ محبت اور درگزر کرنے کا فریضہ ہے اور یہ یاد رکھیئے کہ یہ کوئی منفی فریضہ نہیں بلکہ ایک مثبت بات ہے۔

اگر ہم اللہ کی مخلوق کے ساتھ خواہ ان کا کسی بھی فرقے سے تعلق کیوں نہ ہو' انسیت اور رواداری کے قائل ہیں تو ہمیں اس عقیدہ پر اپنے روزمرہ کے وظائف اور نیکی کے کاموں میں اس پر عمل پیرا ہونا چاہیے۔ آج عید کے دن اس جذبے کا جو ہمارے دلوں میں روزہ اور نماز کی بدولت روشن ہوا ہے' اس سے بہتر کوئی مظاہرہ ہو ہی نہیں سکتا کہ ہم اس امر کا عہد کریں کہ ہم یک جہتی پیدا کریں گے' اپنے گھر میں' اپنے فرقے میں اور اپنے ملک میں جس میں مختلف مذاہب اور عقائد موجود ہیں اور کام کریں گے' خلوت ہو یا جلوت' خود غرضانہ مفاد کے لیے نہیں بلکہ اپنے ابنائے وطن اور آخر کار بنی نوع انسان کے عظیم تر مفاد کے لیے!

یہ ایک عظیم آئیڈیل ہے جو سعی و ایثار کا تقاضا کرے گا۔ ایسا تو شاذ و نادر بھی نہ ہوگا کہ آپ کے ذہن شک وشبہ کی آماجگاہ بن جائیں۔ ایسے تضادات ہوسکتے ہیں جن کی نوعیت مادی بلکہ روحانی بھی ہو اور جنہیں آپ جرأت اور ہمت کے ساتھ حل کرلیں۔ ہمیں ان کا سامنا کرنا ہوگا اور اگر آج جبکہ ہمارے دل عجز سے مملو ہیں' عالی حوصلگی سے کام نہ لے سکیں تو پھر کبھی بھی ایسا نہ کرسکیں گے۔ ایسے لمحات آئیں گے جب لوگوں کے جذبات مشتعل ہو جائیں گے اور جب اختلافات تصادم کا روپ دھار لیں گے' ایسے لمحات میں' میں آپ سے کہوں گا کہ آپ اپنی عید کی عبادت کو یاد کریں اور چند ثانیوں کے لیے اس بات پر غور کریں کہ کیا ہم اس راہنمائی کی روشنی میں ان سے احتراز نہیں کرسکتے جو ہمارے قرآن کریم نے اور اس عظیم جذبے نے ہمیں عطا کی

ہے جو "اسلام" ہے۔ میں آپ سے کہوں گا کہ ایسے لمحات کے دوران آپ یہ یاد رکھیں کہ ہمارے رسول کریم ﷺ کے نزدیک دیگر تمام بنی نوع انسان کے ساتھ اُنسیت اور رواداری سے بڑھ کر کوئی قاعدہ قانون زیادہ متبرک اور مقدس نہیں ہوسکتا۔

کیا کوئی شخص اپنی عادات واطوار میں با قاعدہ ہے؟ کیا کوئی وقت پر سوتا ہے؟ کیا کوئی سڑک پر بائیں ہاتھ پر چلتا ہے اور سڑک پر کوڑا کرکٹ پھینکنے سے احتراز کرتا ہے؟ کیا کوئی شخص اپنے کام میں دیانت دار اور مخلص ہے؟ کیا کوئی آدمی دوسروں کو وہ امداد بہم پہنچاتا ہے جو وہ پہنچا سکتا ہے؟ کیا وہ روادار ہے؟ یہ چھوٹی چھوٹی سی باتیں نظر آئیں گی لیکن یہ ذاتی نظم وضبط کے ضمن میں اصلِ اصول کا درجہ رکھتی ہیں اور عظیم تر وطن کی تشکیل کے تعلق میں جملہ فرقوں اور عقائد کی مشترک مساعی میں بڑی قدر وقیمت کی حامل ہیں۔ یہ ہمارے ملک کی خدمت ہوگی جو شاید آپ کو سیاسی چمک دمک میں تو نہ لا سکے لیکن آپ کے دلوں کو "ابدی سکون" بخش دے گی اس خیال کے ساتھ کہ آپ نے سیاست دانوں کے کام کو آسان تر بنانے کے ضمن میں اپنا حصہ ادا کردیا۔

اس وقت مجھے "مفاہمت" پر لے جانے کے لیے "جان مورلے" کی کتاب یاد آرہی ہے۔ عام طور پر میں اپنے نوجوان دوستوں کو کتابیں پڑھنے کا مشورہ دینا پسند نہیں کرتا لیکن سمجھتا ہوں کہ آپ لوگوں کو یہ کتاب پڑھنی چاہئے' ایک بار نہیں بلکہ بار بار۔ اس میں ایک بہت اچھا باب ہے "مفاہمت کی حدود" پر اور اس سے صداقت پر کاربند رہنے اور عمل کے حوالے سے ہمارے اقدامات پر حدود کے ذیل میں جو سبق ملتا ہے' وہ اس قابل ہے کہ اس پر غور وفکر کیا جائے۔

"صداقت" کو شعار بنانے اور اپنے عقائد پر عمل پیرا ہونے کے سلسلے میں ہمیں "قرآن کریم" کی عقلی تاویل کو مشعل راہ بنانا چاہیے۔ اگر ہم صداقت شعاری کو حرز جان بنالیں تو ہم اپنے طور پر "منزل مقصود" حاصل کرلیں گے۔ اس صداقت کو روبہ عمل لانے کے لیے ہم اس قدر پر اکتفا کریں گے۔ اس طرح ہم دوسروں کے حقوق پر چھاپہ مارے بغیر اپنا مقصد حاصل کرسکیں گے جبکہ ہم مزید حاصل کرنے کے لیے اپنی مساعی کو ترک بھی نہیں کریں گے۔

میں آپ پر زور دوں گا کہ "اسلام" ہر مسلمان سے یہ توقع رکھتا ہے کہ وہ اپنا "قومی فریضہ" سرانجام دے"۔[70]

قرآن کریم:

قائداعظمؒ کی آل انڈیا ریڈیو بمبئی سے نشر ہونے والی یہ تقریر ان کے "دل کی آواز" ہے بلکہ ہم تو یہ کہیں گے کہ اس وقت اس کی جتنی ضرورت تھی، اس سے کئی گنا زیادہ آج ضرورت ہے۔ اگر ہم صدق دل سے اپنے اندر جھانکیں تو ہم احساس شرمندگی محسوس کریں گے کیونکہ قائداعظمؒ نے جو سوال نومبر 1939ء میں اٹھائے تھے، آج 2007ء میں بھی یہ سوالات ہمارا منہ چڑھا رہے ہیں اور ہم ان سوالات کے تسلی بخش جوابات دینے سے قاصر ہیں۔

قائداعظمؒ کی مذکورہ بالا تقریر کو اول تا آخر دل جمعی اور توجہ سے پڑھیں تو بلاشبہ ہم اس نتیجے پر پہنچیں گے کہ یہ کسی "عالم دین" کا خطاب ہے، قائداعظمؒ کی تقریر نہیں ہے۔ اس تقریر کا ہر حرف اور لفظ ایمان افروز، فکر انگیز اور روح پرور ہے اور ہمارے لیے نہ صرف مشعل راہ ہے بلکہ بقول قائداعظمؒ "حرزِ جان" بنانے کے لائق ہے۔

ہمارا ایمان ہے کہ نہ ظالم زیادہ عرصہ تک پنپ سکتا ہے اور نہ اس کا ظلم۔ ہم جانتے ہیں کہ انڈیا ایکٹ 1935ء کے تحت انتخابات ہوئے اور کانگرس نے چھ سات صوبوں میں کامیابی حاصل کرلی جس کے نتیجے میں اس نے وزارتیں بنالیں اور بزعم خویش کانگرس اور ہندو لیڈروں نے یہ جان لیا کہ "ہندو راج" قائم ہوگیا ہے۔ بالآخر انہوں نے مسلمانوں پر نہ صرف ظلم وستم روا رکھا بلکہ اسلامی تہذیب وتمدن کو نیست ونابود کرنے پر تل گئے لیکن آخر کار اللہ رب العزت نے مسلمانوں کی سن لی اور کانگرسی اقتدار کے خاتمے کے ساتھ ان کا جبر اور ظلم ختم ہوگیا۔ چنانچہ قائداعظمؒ نے ایک پکے اور سچے مسلمان کی طرح، جو آفات اور مشکلات کا شکار ہونے پر اللہ سے رجوع کرتا ہے اور اس سے چھٹکارا پانے پر شکر ادا کرنے کے لیے سجدہ ریز ہوجاتا ہے، کانگرسی حکومتوں سے چھٹکارا پانے پر خداوند بزرگ وبرتر کا شکر ادا کرنے کے لیے "یوم نجات" منانے کے لیے 6 دسمبر 1939ء کو مسلم ہند سے اپیل میں فرمایا:

"میں چاہتا ہوں کہ کانگرسی اقتدار کے اختتام اور چین حاصل ہونے پر مسلمانانِ ہند، ہند کے طول وعرض میں 22 دسمبر 1939ء بروز جمعۃ المبارک کو "یوم نجات وتشکر" منائیں اور نماز جمعہ کے بعد نوافل ادا کرنے کا اہتمام کریں۔ کانگرسی وزارت نے انتظامیہ اور مجالس قانون ساز ہر دو

میں اپنے فرائضِ منصبی کی ادائیگی کے دوران مسلم رائے عامہ کی مخالفت اور مسلم ثقافت کو تباہ کرنے کے لیے اپنی بہترین کوششیں صرف کیں، ان کی مذہبی اور معاشرتی زندگی میں مداخلت کی، ان کے اقتصادی اور سیاسی حقوق کو پامال کیا اور یہ کہ اختلافات اور تنازعات کی صورت میں بلا استثناء مسلمانوں کے مفادات کو کلیتاً نظر انداز کر کے ہندو مفاد کی حمایت کی اور اسے آگے بڑھایا"۔ [71]

قائداعظمؒ کی آل انڈیا ریڈیو بمبئی سے نشر ہونے والی مثالی تقریر پر پروفیسر سٹینلے والپرٹ تبصرہ کرتے ہوئے لکھتے ہیں:۔

"قائداعظمؒ نے بہت پہلے سے مسلمانوں کے لیے ایک جداگانہ وطن حاصل کرنے کا فیصلہ کرلیا تھا۔ اس کے دوٹوک اعلان کے لیے مناسب موقع کا انتظار تھا۔ وہ ایک "عظیم مذاکرات کنندہ" تھے، اس لیے خوب جانتے تھے کہ سیاسی اور قانونی معاملات میں "وقت" کتنی اہمیت رکھتا ہے۔ نہرو کے برعکس وہ کبھی جذبات کے تحت قدم نہیں اٹھاتے تھے۔ اگر کوئی بات تھی تو وہ لن لتھگو وائسرائے اور زٹ لینڈ (سیکرٹری آف سٹیٹ، 1935ء تا 1940ء) سے زیادہ ٹھنڈے دل و دماغ کے مالک تھے۔ اس بات سے انہیں یقیناً خوشی اور اطمینان حاصل ہوا ہوگا کہ وائسرائے لن لتھگو، گاندھی اور کانگرس کے صدر ڈاکٹر راجندر پرشاد (ولادت 1948ء، وفات 1963ء) تینوں ان کے گھر چل کر آئے اور ان کی کار میں بیٹھ کر وائسرائے ہاؤس گئے۔

یہ بات قابلِ ذکر ہے کہ کسی مسلم قائد خاص طور پر قائداعظمؒ کے لیے یہ پہلا موقع تھا کہ آپ نے اپنی بے پناہ منفرد صلاحیت کے بل بوتے پر وائسرائے ہند، سیکنڈ مارکویس آف لن لتھگو (ولادت 1887ء، وفات 1952ء، جو 1936ء سے لے کر 1944ء تک وائسرائے ہند رہے) سے خصوصی طور پر اجازت حاصل کر کے عید الفطر کے متبرک اور مبارک موقع پر 13 نومبر 1939ء کو آل انڈیا ریڈیو بمبئی سے ایک طویل تقریر نشر کی۔ اس زمانے میں انہوں نے اپنی توجہ سب سے زیادہ "اسلام" اور "قرآن کریم" پر مرکوز رکھی تھی۔

آپ نے قرآن مجید کے ضمن میں نہایت مدلل اور منطقی انداز میں عبادت اور زندگی بنی نوع انسان کے ساتھ ربط و ضبط اور صداقت کو شعار بنانے اور اپنے عقائد پر عمل پیرا ہونے کے سلسلے میں قرآن کریم کی عقلی تاویل کو مشعلِ راہ بنانے پر زور دیا"۔ [72]

باب چہارم:

قائداعظمؒ اور قرآن کریم

عظمتِ قرآن کریم:

اللہ رب العزت نے قرآن کریم کو مختلف ناموں سے یاد فرمایا ہے جن میں ذکر، تذکرہ، حق، کتاب، قولِ فیصل، ذکر، مبین، نور، فرقان خاص طور پر قابلِ ذکر ہیں۔ قرآن کریم فرقان حمید کی عظمت اور فضیلت کا یہ معیار ہے کہ اسے رب ذوالجلال نے روشن دلیل (روشنی) کے معزز نام سے یاد فرما کر نازل کیا اور فرمایا:۔

"لوگو! تمہارے رب کی طرف سے تمہارے پاس "روشن دلیل" آ گئی ہے اور ہم نے تمہاری طرف ایسی "روشنی" بھیج دی ہے جو تمہیں صاف صاف راستہ دکھانے والی ہے۔ اب جو لوگ اللہ کی بات مان لیں گے اور اس کی "پناہ" ڈھونڈیں گے، ان کو اللہ اپنی رحمت اور اپنے فضل وکرم کے دامن میں لے لے گا اور اپنی طرف آنے کا سیدھا راستہ ان کو دکھادے گا"۔ [73]

یہ حقیقت قابلِ توجہ ہے کہ ربّ کائنات نے جہاں قرآن کریم کو "روشن دلیل" کے نام سے یاد فرمایا، وہاں اس کی حفاظت کا ذمہ بھی لیا۔ اس ضمن میں ارشاد ربانی ہے:۔

"یہ ذکر ہم نے اتارا ہے اور ہم خود اس کے محافظ ہیں"۔ [74]

اور جہاں تک قرآنِ مجید فرقانِ حمید کی تبلیغ اور پیغام رسانی کا تعلق ہے، خداوند بزرگ و برتر نے آقائے دوجہاں، سرورِ کائنات حضور اکرم ﷺ کو مخاطب کر کے ارشاد فرمایا:۔

"اے پیغمبر! جو کچھ تمہارے رب کی طرف سے تم پر نازل کیا گیا ہے، وہ لوگوں تک پہنچا دو اگر تم نے ایسا نہ کیا تو اس کی پیغمبری کا حق ادا نہ کیا۔ اللہ تعالیٰ تم کو لوگوں کے شر سے بچانے والا ہے"۔ [75]

جہاں تک قرآن کریم کے اتباع، اس کی پیروی اور اس پر عمل پیرا ہونے اور حرز جان

بنانے کا تعلق ہے' اس سلسلے میں بھی رب ذوالجلال نے صاف شفاف الفاظ میں ارشاد فرمایا۔

''اور اس طرح ہم نے یہ ''کتاب'' نازل کی ہے' ایک برکت والی کتاب۔ پس تم اس کی پیروی کرو اور تقویٰ کی روش اختیار کرو بعید نہیں کہ تم پر رحم کیا جائے''۔ [76]

سرکارِ دو عالم' رحمت اللعالمین' خاتم النبیین حضرت محمد ﷺ کا ارشاد مبارک ہے بلکہ امتِ مسلمہ کے لیے وعید ہے۔ آپؐ نے فرمایا:۔

''وہ مکان جس میں قرآن کریم کی تلاوت نہ کی جائے ''قبر'' کے درجہ میں شمار ہوتا ہے اور جس میں قرآن کریم کی تلاوت کی جائے' وہ آباد ہے''۔ [77]

ایک دوسری حدیث میں محبوبِ خدا حضور اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا:۔

''اپنے گھروں کو ''نماز'' اور ''تلاوت قرآن'' سے روشن رکھو''

قرآن کریم فرقانِ حمید کی تلاوت کی فضیلت کے بارے میں رب ذوالجلال نے قرآن کریم میں کئی مقامات پر ملتِ اسلامیہ پر واضح فرمایا ہے:۔

''صبح کے وقت قرآن مجید پڑھا کرو' بے شک فجر کا قرآن مشہود ہے''۔ [78]

جہاں تک تلاوتِ قرآن پاک کی عظمت اور فضیلت کا تعلق ہے' نبی کریم ﷺ کا ارشاد گرامی ہے:۔

''میری اُمت کی سب سے افضل عبادت تلاوت قرآن کریم ہے''۔ [79]

قرآن مجید فرقانِ حمید کے نزول اور اس کی فضیلت کے بارے میں اللہ جل جلالہ' کا فرمان ہے:۔

''یقیناً ہم نے اسے ''شب قدر'' میں نازل فرمایا۔ تو کیا سمجھا کہ ''شب قدر کیا ہے؟ شب قدر ایک ہزار مہینوں سے بہتر ہے۔ اس میں ہر کام کو سر انجام دینے کے لیے اللہ کے حکم سے فرشتے اور روح (جبرئیل) اترتے ہیں۔ یہ رات سراسر سلامتی کی ہوتی ہے اور فجر کے طلوع ہونے تک رہتی ہے''۔ [80]

اسی طرح ایک دوسرے مقام پر قرآن کریم میں رب ذوالجلال ارشاد فرماتے ہیں ''ہم

نے اس (قرآن کریم) کو مبارک رات میں نازل کیا"۔ [81]

قرآن مجید کی شان کیا ہے اور اس کی عظمت وجلال کیا ہے' اس سلسلے میں رب کائنات کا فرمان ہے:۔

"اگر ہم اس قرآن کو کسی پہاڑ پر نازل کرتے تو آپ اسے دیکھتے کہ وہ اللہ کے خوف اور اس کی ہیبت سے ٹکڑے ٹکڑے ہو جاتا"۔ [82]

حضرت مولانا شبیر احمد عثمانی کا ارشاد ہے:"مقام حسرت و افسوس ہے کہ آدمی کے دل میں قرآن کریم کا کچھ اثر نہ ہو حالانکہ قرآن کی تاثیر اس قدر زبردست اور قوی ہے کہ اگر وہ پہاڑ جیسی سخت چیز پر بھی اُتارا جاتا اور اس میں سمجھ کا مادہ موجود ہوتا تو وہ بھی متکلم کی عظمت کے سامنے دب جاتا اور مارے خوف کے پھٹ کر پارہ پارہ ہو جاتا"۔ [83]

یہ ایک ناقابلِ تردید حقیقت ہے کہ قرآن کریم اللہ کا کلام ہے اور لاریب اور بلا شک و شبہ معجزانہ کلام ہے جو رب ذوالجلال نے روح الامین (جبریلؑ) کے ذریعے اپنے پیارے محبوب حضرت محمد ﷺ پر تئیس سال کے طویل عرصے میں وقفے وقفے سے نازل فرمایا۔ اس مقدس اور متبرک کلام کی تلاوت اور اس کے ترجمہ و تفسیر کا مطالعہ ایک مسلمان کے لیے بہت بڑی نعمت بلکہ لازوال اور انمول نعمت ہے جس کے اجر کا اندازہ نہیں لگایا جا سکتا۔ اللہ تعالیٰ کا پیغام جاننا ہر مسلمان کا فرض ہے اور اس سے صرفِ نظر گناہ ہے۔ حضور سرور کائنات فخر موجودات کی احادیث مبارکہ اور قرآن کریم کی آیات کے تراجم ہم نے قبل ازیں اس لیے پیش کیے تاکہ مسلمان قرآن کریم فرقان حمید کی عظمت' بزرگی اور اس کے پیغام اور تعلیمات سے متعارف ہو سکیں۔ حضور اکرم ﷺ نے آخری خطبہ' حجۃ الوداع کے موقع پر لاکھوں مسلمانوں کے بہت بڑے اجتماع سے ارشاد فرمایا تھا:۔

"میں آپ کے درمیان دو چیزیں قرآن مجید اور اپنی سنت چھوڑے جا رہا ہوں۔ اگر ان کو مضبوطی کے ساتھ تھامے رکھو گے (عمل کرو گے) تو کبھی ذلیل و خوار نہیں ہو گے"۔

افسوس صد افسوس کہ ہم نے اس سنہری تعلیم پر عمل نہ کیا' چنانچہ اس روگردانی کا یہ نتیجہ نکلا ہے کہ مسلمان پوری دنیا میں ذلیل و خوار ہو رہے ہیں۔ حضرت علامہ اقبالؒ نے بالکل بجا فرمایا ہے ۔

وہ زمانے میں معزز تھے مسلماں ہو کر
اور ہم خوار ہوئے تارکِ قرآں ہو کر

چنانچہ مسلمان کی نجات مذکورہ بالا دو مآخذ پر عمل پیرا ہونے' انہیں حرز جان بنانے اور سچے دل سے ان پر عمل کرنے میں مضمر اور پوشیدہ ہے۔ یہی وجہ ہے کہ والدین اپنے بچوں کو سب سے پہلے قرآن کریم کی تعلیم دیتے ہیں۔ چنانچہ ہم دیکھتے ہیں کہ حضرت علامہ اقبالؒ کے والد ماجد انہیں فرمایا کرتے تھے:-

''بیٹا! جب تم قرآن کریم پڑھو تو یہ سمجھو کہ یہ تم پر نازل ہو رہا ہے''۔

ہم جانتے ہیں کہ یہی طریقہ قائداعظمؒ کے والد گرامی کا تھا۔ آپ نے بھی قائداعظمؒ کو خود قرآن کریم کی تعلیم دی۔ اقبال شناس اور ان کے عاشق جانتے ہیں کہ علامہ اقبالؒ کی نظر میں قرآن کریم کا مقام اور مرتبہ کیا ہے؟ علامہ اقبالؒ تو قرآن کریم کی حفاظت اور ناموس کو ''آئین مسلم'' قرار دیتے ہیں اور اس کی تعلیمات کی ترویج اور اشاعت کو ''دین مسلم'' سمجھتے ہیں۔ انہوں نے ''مومنانہ زندگی'' گزارنے کے لیے جو لائحہ عمل اور طریقہ پیش کیا' وہ صرف اور صرف قرآن کریم کی تعلیمات پر عمل پیرا ہونا ہے۔ آپ کا ارشاد ہے۔

گر تو می خواہی مسلماں زیستن
نیست ممکن جز بہ قرآں زیستن

اگر آپ مسلمان کی حیثیت سے زندگی بسر کرنا چاہتے ہیں تو قرآن کریم کی تعلیمات پر عمل کر کے ایسا کر سکتے ہیں۔ اس کے بغیر اور کوئی راستہ اور چارہ نہیں یہی کامیاب زندگی ہے چنانچہ قرآن کریم کا مطالعہ کرنا اور اس پر غور وفکر اور تدبر کرنا مسلمان کا فرض اولین ہے۔ اس کے بغیر مسلمان نہ تو قرآنی تعلیمات سے آشنا ہو سکتا ہے اور نہ اس کا پیغام سمجھ سکتا ہے۔ اس ضمن میں اللہ جل جلالہٗ ارشاد فرماتے ہیں:-

''کیا یہ لوگ قرآن کریم پر غور نہیں کرتے اگر یہ اللہ کے سوا کسی اور کی طرف سے ہوتا تو اس میں بہت اختلاف بیانی پائی جاتی''۔[84]

اسی طرح قرآن مجید فرقانِ حمید میں ایک دوسرے مقام پر ارشاد ہوتا ہے:-

''پھر یہ لوگ حقائق قرآنی پر کیوں غور نہیں کرتے۔ کیا ان کے دلوں پر قفل (تالے) لگے ہوئے ہیں''؟

چنانچہ ہم دیکھتے ہیں کہ مفکر پاکستان حضرت علامہ اقبالؒ کا یہ زندگی بھر شیوہ اور طریقہ رہا کہ انہوں نے قرآن کریم کی تعلیمات پر عمل کیا اور اپنے کلام کے ذریعے امت مسلمہ کو اس پر عمل کرنے کی تعلیم دی۔ آپ فرماتے ہیں ؎

قرآن میں ہو غوطہ زن اے مردِ مسلماں
اللہ کرے تجھ کو عطا جدّتِ کردار [85]

قرآن کریم بطور رہبر و رہنما:

اس سلسلے میں ہم نے پہلے بھی حضرت قائداعظم محمد علی جناحؒ کے ارشادات عالیہ پیش کیے ہیں۔ اسی روح پرور، ایمان افروز اور فکر انگیز موضوع پر اظہارِ خیال کرتے ہوئے بابائے قوم حضرت قائداعظمؒ نے 30 اکتوبر 1947ء کو پنجاب یونیورسٹی سٹیڈیم لاہور میں لاکھوں افراد کے جلسۂ عام میں خطاب کرتے ہوئے فرمایا:۔

''ہم نے اپنی منزلِ مقصود یعنی آزادی حاصل کرلی ہے اور ایک آزاد، خود مختار اور دنیا کی پانچویں بڑی مملکت پاکستان قائم ہوچکی ہے۔ میں پورے وثوق سے کہہ سکتا ہوں کہ حوصلے، خود اعتمادی اور اللہ کی تائید سے کامیابی ہمارے قدم چومے گی۔

ہم ایک نہایت گہری اور خوب سوچی سمجھی سازش کا شکار ہوئے ہیں جس کا ارتکاب کرتے ہوئے دیانتداری، شجاعت اور وقار کے بنیادی اصولوں کا بھی مطلق لحاظ نہیں رکھا گیا۔ ہم اس تائید ایزدی (اللہ کی مدد اور نصرت) کے لیے سراپا شکرگزار ہیں کہ اس نے طاغوتی طاقتوں (سرکش و باغی) کا مقابلہ کرنے کے لیے ہمیں ہمت و حوصلہ اور ایمان کی قوت عطا کی۔ اگر ہم قرآن کریم سے ہدایت حاصل کرتے رہے تو حتمی (آخری) فتح، میں پھر سے کہتا ہوں، ہماری ہوگی۔

ہر شخص یہ عہد کرے کہ وہ پاکستان کو اسلام کا قلعہ بنانے اور اسے دنیا کی ان عظیم ترین قوموں کی صف میں شامل کرنے کے لیے بوقت ضرورت اپنا سب کچھ قربان کردینے پر آمادہ ہوگا۔

اپنا حوصلہ بلند رکھیے۔ موت سے نہ ڈریے۔ ہمارا مذہب ہمیں یہ سکھاتا ہے کہ ہمیں

ہمیشہ موت کا استقبال کرنے کے لیے تیار رہنا چاہیے۔ہمیں پاکستان اور اسلام کا وقار بچانے کے لیے اس کا مردانہ وار سامنا کرنا چاہیے۔صحیح مقصد کے حصول کی خاطر ایک مسلمان کے لیے جام شہادت نوش کرنے (شہید ہونے) سے بہتر اور کوئی راہ نجات نہیں۔

اپنا فرض ادا کیجئے اور خدا پر بھروسہ رکھیے۔ اس دنیا میں کوئی طاقت موجود نہیں جو پاکستان کو مٹا سکے' یہ قائم رہنے کے لیے بنا ہے''۔[86]

آقائے نامدار' سرور کائنات حضور اکرم ﷺ نے خطبۂ حجۃ الوداع جو آپؐ نے 9 ذوالحجہ کو میدانِ ''عرفات'' میں ارشاد فرمایا' عالمی منشور کی حیثیت رکھتا ہے اور عصر حاضر میں ''حقوق انسانی'' کے لیے بے مثل اور بے مثال منشور ہے جس کی تاریخ عالم مثال پیش نہیں کر سکے گی۔آپ نے اپنے خطبہ میں زور دیتے ہوئے فرمایا:۔

''میں تمہارے درمیان ایک ایسی چیز چھوڑے جاتا ہوں کہ تم کبھی گمراہ نہ ہوسکو گے۔اگر اس پر قائم رہے اور وہ خدا کی کتاب ''قرآن مجید'' ہے اور ہاں دیکھو' دینی معاملات میں غلو سے بچنا کہ تم سے پہلے کے لوگ انہی باتوں کے سبب ہلاک کر دیئے گئے''۔[87]

مذکورہ بالا اقتباس جو پیش کیا گیا ہے' اس میں اسی بات پر زور دیا گیا ہے کہ قرآن کریم مسلمانوں کے لیے رہبر و رہنما ہے اور اگر ہم اس کی تعلیمات پر عمل پیرا ہوں گے اور انہیں حرز جان بنائیں تو نہ صرف کامیاب وکامران ہوں گے بلکہ دنیا اور آخرت میں بھی سرخرو ہوں گے اور اگر ہم نے ان سنہری اور روشن تعلیمات سے روگردانی کی تو ہم ناکام ونامراد ہوں گے۔

قائداعظم محمد علی جناحؒ قرآن مجید فرقان حمید کو رہبر و رہنما مانتے تھے اور اسی سے رہنمائی حاصل کرتے تھے۔چنانچہ آپ نے متعدد مقامات پر اس کی روشن اور منور تعلیمات پر عمل کرنے کی تلقین کی۔آل انڈیا مسلم لیگ کے ستائیسویں سالانہ اجلاس منعقدہ لاہور 22 مارچ 1940ء بروز جمعۃ المبارک کو لاکھوں افراد سے خطاب کرتے ہوئے فرمایا:۔

''ایک اور نکتہ جو کافی عرصہ سے میرے لیے پریشانی کا باعث بن گیا ہے' وہ ہے ''ہندو مسلم اتحاد'' کا سوال۔گذشتہ چھ ماہ کے دوران میں نے اپنا بیشتر وقت 'مسلم تاریخ' اور مسلم قانون

کے مطالعہ میں صرف کیا اور میں یہ سوچنے پر مائل ہوں کہ یہ نہ تو ممکن ہے اور نہ ہی قابل عمل۔ مسلم رہنماؤں کے تحریک سول نافرمانی کے دوران خلوص کو فرض تسلیم کر لینے کے باوجود میں یہ سمجھتا ہوں کہ ان (ہندوؤں) کے "مذہب" میں اس طرح کی کسی بھی چیز کے لیے مؤثر ممانعت موجود ہے۔ آپ کو وہ گفتگو یاد ہوگی جو میں نے آپ کو کلکتہ میں سنائی تھی اور جو میرے، حکیم محمد اجمل خان اور ڈاکٹر سیف الدین کچلو کے درمیان ہوئی تھی۔ حکیم محمد اجمل خان سے زیادہ نفیس مسلمان ہندوستان میں موجود نہیں لیکن کیا کوئی مسلمان رہنما "قرآن کریم" سے سرتابی کرسکتا ہے؟ میں صرف یہ اُمید کرسکتا ہوں کہ "اسلامی قانون" کے بارے میں میرا حصل غلط ہو"۔

میں دیانت داری اور خلوص کے ساتھ "ہندو مسلم اتحاد" کی ضرورت اور پسندیدگی کا قائل ہوں۔ میں مسلم رہنماؤں پر اعتماد کرنے کے لیے بھی پوری طرح آمادہ ہوں لیکن "قرآن کریم اور حدیث نبویؐ" کے احکام کے بارے میں کیا خیال ہے؟ مسلم رہنما ان سے تو سرتابی نہیں کرسکتے؟ پھر کیا ہم مارے گئے؟ مجھے اُمید ہے کہ آپ کے فاضل ذہن اور دانش مند دماغ اس مشکل کا کوئی حل ڈھونڈ نکالیں گے۔"[88]

مطالعۂ قرآن مجید:

قرآن کریم کا مطالعہ اور اس کی روشن اور تابندہ تعلیمات کو جاننا ہر مسلمان کا فرض ہے۔ قرآن مجید میں بار بار اللہ تعالیٰ نے اسے پڑھنے اور اس سے رہنمائی لینے پر زور دیا ہے کیونکہ یہ مسلمانوں کے لیے "رہبر اور رہنما" کی حیثیت رکھتا ہے۔ اللہ رب العزت اپنے پیارے محبوبؐ سے خطاب کرتے ہوئے قرآن مجید میں فرماتے ہیں:۔

"اے نبیؐ! یہ قصص قرآن ان لوگوں کے لیے بیان کرو تاکہ وہ غور وفکر کریں"۔[89]

اسی طرح ایک اور مقام پر خداوند بزرگ و برتر نے ارشاد فرمایا:۔

"ان لوگوں کے لیے جو غور وفکر کرتے ہیں، ہم یونہی اپنی آیات تفصیل کے ساتھ بیان کرتے ہیں"۔[90]

قائداعظمؒ بھی رب ذوالجلال کے حکم کی تعمیل میں اس کا مطالعہ فرماتے رہے اور اس سے رہنمائی

حاصل کرتے رہے۔

اگست 1941ء میں قائداعظمؒ نے راک لینڈ کے شاہی مہمان خانے میں طلبا اور نوجوانوں کو تبادلۂ خیالات کا موقع مرحمت فرمایا اور بیماری کے باوجود پون گھنٹہ تک گفتگو کرتے رہے۔ اس موقع پر نواب بہادر یار جنگ بھی موجود تھے۔ جناب محمود علی بی۔اے نے یہ گفتگو ریکارڈ کی اور اورینٹ پریس کو بھیجی۔ اس گفتگو میں طلبا نے قائداعظمؒ سے سوالات بھی کیے اور قائداعظمؒ نے ان کے جوابات مرحمت فرمائے۔

سوال: مذہب اور مذہبی حکومت کے لوازمات کیا ہیں؟

جواب: قائداعظمؒ نے فرمایا: "جب میں انگریزی زبان میں مذہب کا لفظ سنتا ہوں تو اس زبان اور قوم کے محاورہ کے مطابق میرا ذہن "خدا اور بندے" کی باہمی نسبتوں اور روابط کی طرف منتقل ہو جاتا ہے۔ میں بخوبی جانتا ہوں کہ "اسلام" اور مسلمانوں کے نزدیک "مذہب" کا یہ محدود اور مقید مفہوم نہیں ہے۔ میں نہ تو کوئی مولوی ہوں، نہ مجھے دینیات میں مہارت کا دعویٰ ہے البتہ میں نے قرآن مجید اور اسلامی قوانین کے "مطالعہ" کی اپنے طور پر کوشش کی ہے۔ اس عظیم الشان کتاب یعنی قرآن مجید میں اسلامی زندگی کے متعلق ہدایات کے بارے میں زندگی کا روحانی پہلو، معاشرت، سیاست، غرض انسانی زندگی کا کوئی شعبہ ایسا نہیں ہے جو قرآن کریم کی تعلیمات کے احاطہ سے باہر ہو۔[91]

قرآن مجید کے مطالعہ سے رہنمائی لینا اور اس کی تعلیمات پر عمل پیرا ہونا ہر مسلمان پر فرض ہے۔ قرآن کریم کی تعلیمات سے بے خبر رہنا گویا گھٹا ٹوپ اندھیرے میں زندگی بسر کرنا ہے۔ قرآن مجید کے ارشاد کے مطابق جس طرح اندھا اور آنکھوں والا برابر نہیں ہو سکتے، بالکل اسی طرح ان پڑھ اور پڑھا لکھا یا علم والا اور جاہل مساوی نہیں ہو سکتے۔ قرآن کریم سے رہنمائی اور روشنی حاصل کرنا گویا "اپنے آپ کو پہچاننا" ہے۔ اسی لیے ارشاد ہوتا ہے کہ جس نے اپنے آپ کو پہچان لیا، اس نے گویا اپنے رب کو پہچان لیا۔ شاعر اسلام، حکیم الامت اور مفکر پاکستان حضرت علامہ اقبالؒ نے اسے "خودی" سے تعبیر کیا ہے۔ اس حقیقت کی تشریح اور وضاحت کرتے ہوئے حضرت قائداعظم محمد علی جناحؒ نے صوبہ سرحد مسلم سٹوڈنٹس فیڈریشن کے نام پیغام میں جو

آپ نے 4 اپریل 1943 ءکو ارسال کیا' دوٹوک فرمایا:۔

''آپ نے مجھ سے کہا ہے کہ میں آپ کو پیغام دوں۔ میں آپ کو کیا پیغام دے سکتا ہوں؟ ہماری رہنمائی اور بصیرت کے لیے عظیم ترین پیغام تو ''قرآن کریم'' میں موجود ہے۔ ہمیں جو کچھ کرنا ہے وہ یہ ہے کہ ''ہم خودکو پہچانیں'' اور ان عظیم صفات' خوبیوں اور قوتوں کو بھی جن کے ہم حامل ہیں۔ آیئے! ہم اپنے عظیم مقصد کے لیے کام کریں۔ ہمیں اپنی عظیم صلاحیتوں کو صحیح سمت میں روبہ عمل لانا چاہیے۔ ہمیں اپنے ذاتی مفادات اور سہولتوں کو اپنے لوگوں کی اجتماعی بہبود اور ایک بلندتر اور بہتر مقصد پر قربان کردینا چاہیے۔

پاکستان کا یہی مقصد ہے اور اگر ہم متحد' منظم اور اپنے مقصد کے وفا شعار رہے تو وہ دن دور نہیں جب ہم اپنی منزل پالیں گے اور خودکو اپنے حیرت انگیز اور شاندار ماضی کا اہل ثابت کردیں گے''۔[92]

ہم دیکھتے ہیں کہ گذشتہ پیغام میں جو حضرت قائداعظمؒ نے صوبہ سرحد مسلم سٹوڈنٹس فیڈریشن کے نام 4 اپریل 1943 ءکو ارسال فرمایا' اس میں نہایت صاف اور واضح الفاظ میں لکھا کہ ''ہم خودکو پہچانیں''۔ جب ہم اپنے آپ کو پہچان لیں گے تو ہمیں اپنی خوبیوں اور برائیوں کا خود بخود احساس ہوجائے گا' چنانچہ ہم ان کی تلافی کرسکیں گے۔

حضور اکرم ﷺ کا ارشاد مبارک ہے:

''جس نے اپنے آپ کو پہچان لیا' اس نے اپنے رب کو پہچان لیا''۔[93]

حضرت قائداعظم محمد علی جناحؒ نے یکم جولائی 1920 ءکو بمبئی میں طلباء سے خطاب کرتے ہوئے اسی زندۂ جاوید حقیقت پر زور دیتے ہوئے فرمایا تھا:۔

''انسان جس قدر اپنی ''خوبی'' اور ''برائی'' پر غور کرتا ہے' اسی قدر وہ اپنے آپ سے ''اجنبی'' ہوتا جاتا ہے۔ حقیقت یہ ہے کہ انسان کی ساری ''قوت'' کا دارومدار اپنے ''عرفان'' پر ہے۔[94]

حضرت قائداعظمؒ نے اپنے خطاب میں ''عرفان'' کا لفظ استعمال فرمایا ہے۔ اس کا مطلب شناخت' پہچان' خودشناسی' ربّ ذوالجلال کی معرفت اور خداشناسی ہے۔ اس سے بخوبی واضح

ہوتا ہے کہ قائداعظمؒ خودشناسی اورخدا شناسی سے بخوبی آگاہ تھے'اسی لیے سب سے پہلے انہوں نے نوجوان نسل کوخطاب فرمایا اورانہیں ''عرفان'' سے متعارف کرانے کی تلقین کی۔

قرآنی تعلیمات پرعمل پیرا ہونے کی صورت:

اسلام ایک سچا مذہب ہےاور مسلمان ہونے کے ناتے اسلامی تعلیمات کی پابندی اور پیروی ہمارافرض اولین ہے۔ جہاں تک قرآن کریم کاتعلق ہے'یہ آخری کتاب ہے جو تئیس سال کے عرصے میں حضور نبی کریمﷺ پر اللہ رب العزت نے جبریلِ امینؑ کے ذریعے نازل فرمائی اورشانِ نزول یہ ہے کہ رمضان المبارک کی ستائیسویں رات یعنی ''شب قدر'' میں قرآن کریم کا نزول ہوا جیسا کہ قرآن کریم میں اللہ جل جلالہٗ نے ارشادفرمایا ہے۔

''ہم نے اس کتاب قرآن مجید کوایک برکت والی رات میں نازل کیا ہے''۔[95]

اور بے شک! ہم نے قرآن کوشب قدر میں اتارا ہے''۔[96]

لیکن جوبات خاص طورپر قابل توجہ اور قابل ذکر ہے'وہ یہ ہے کہ ربّ ذوالجلال نے اسے یعنی قرآن مجید کونازل توفرمادیا لیکن اسے ''لوحِ محفوظ'' میں محفوظ فرمایا اوراس کے ساتھ ہی ساتھ یہ چیلنج بھی کردیا کہ ہم نے ہی اسے نازل فرمایا ہے اورہم ہی اس کے محافظ ہیں اور یہ کہ قیامت تک اس میں تحریف یا تبدیلی ممکن نہیں ہے۔ارشادباری تعالیٰ ہے:۔

''یہ ذکر''(قرآن مجید)ہم نے اتارا ہےاورہم خوداس کےمحافظ ہیں''۔[97]

اور''بلکہ یہ قرآن ہے بڑی شان والا'لوحِ محفوظ میں لکھا ہوا ہے جہاں فرشتے اس کی حفاظت پر مامور ہیں''۔[98]

قائداعظمؒ جوایک سچے اور پکے مسلمان تھے'آپ قرآن مجیدکودل وجان سے چاہتے تھے اوراسے ''ضابطۂ حیات'' تصورفرماتے تھے اورحدتو یہ ہے کہ حتی المقدور اس کی تعلیمات پر نہ صرف عمل پیرا ہونے کی کوشش کرتے بلکہ ایک قائدکی حیثیت سے مسلمانانِ ہنداورقیام پاکستان کے بعد پاکستان کےعوام کوتلقین فرماتے رہے کہ اس کی تعلیمات پرعمل پیرا ہوں۔

آل انڈیامسلم لیگ کے تیسویں سالانہ اجلاس منعقدہ دہلی میں جو24اپریل 1948ءکو

انعقاد پذیر ہوا آپ نے اپنے فی البدیہہ خطبہ صدارت میں واشگاف الفاظ میں اعلان فرمایا:۔

''جب آپ لوگ واپس جائیں تو میں اس سے زیادہ کچھ نہیں کہوں گا کہ ازراہ عنایت طبقاتی مفادات، بغض وحسد، قبائلی نظریات اور خود غرضی کی بجائے اسلام اور اپنی قوم سے محبت جاری وساری کر دیجئے (تالیاں) کیونکہ ان برائیوں نے آپ کو مغلوب کر لیا ہے لیکن مجھے روشنی نظر آتی ہے ایک بہت تابناک روشنی''۔

مولانا محمد علی جنہوں نے کانگرسیوں کے ساتھ کام کیا ہے، کہتے ہیں: ''مسٹر گاندھی فرقہ پرست ہندو مہاسبھا کے زیر اثر کام کر رہے ہیں۔ وہ ہندومت کی برتری اور مسلمانوں کی غلامی کے لیے کام کر رہے ہیں۔ وہ چاہتے ہیں کہ مسلم فرقے کے سروں پر سے ایک فاتح کی حیثیت سے گزر جائیں۔ گذشتہ دس سالوں کے دوران ہندو اکثریت نے مسلمانوں پر مظالم ڈھائے اور ستم توڑے لیکن مسٹر گاندھی نے مسلمانوں کے خلاف ہندو دہشت گردی کی مذمت نہیں کی۔ انہوں نے کبھی ''شدھی'' اور ''سنگھٹن'' تحریکوں کو برا نہیں کہا جن کا واضح مقصد ہند میں مسلمانوں اور اسلام کو تباہ و برباد کرنا تھا۔ اب ہمارے پاس اس کے سوا اور کوئی چارہ نہیں کہ ''ہم قرآنی تعلیمات پر عمل پیرا ہو جائیں'' یعنی اگر تمہیں کسی فرقے کی طرف سے غداری یا عہد شکنی کا خدشہ ہو تو ان کے ساتھ'' طے شدہ معاہدہ'' ان کے منہ پر مار دو۔ اللہ غداروں اور عہد شکنوں کے اعمال کو پسند نہیں فرماتا''

مسٹر گاندھی نے جو آخری تقریر کی، اس سے بھی یہ بات واضح ہے کہ وہ نہ صرف پاکستان کی سکیم کے خلاف ہیں بلکہ اسے ''ایک گناہ'' سمجھتے ہیں...... خیال کیجئے یہ جرم نہیں، گناہ ہے یعنی اگر آپ پاکستان کی بات کرتے ہیں تو آپ اس دنیا میں بھی مردود اور عقبیٰ میں بھی!

ہندوؤں اور مسلمانوں دونوں کی آزادی کا مختصر ترین راستہ ہے ''پاکستان''۔ یہ میری زندگی میں آئے یا نہ آئے (آوازیں: یہ آئے گا، یہ آئے گا) یہ کوئی دائمی بات نہیں۔ آج کا دشمن کل کا دوست ہوتا ہے، یہی زندگی ہے، یہی تاریخ ہے۔

مجھے ایک بات کا یقین ہے کہ جمہوریت ہمارے خون میں ہے، یہ ہمارے مغز میں ہے۔ صرف صدیوں کے مخالفانہ حالات کے باعث اس خون کی گردش ٹھنڈی پڑ گئی ہے۔ یہ منجمد

ہوگیا ہے اور آپ کی رگوں نے بھی کام کرنا چھوڑ دیا تھا لیکن اللہ کا شکر ہے کہ لہو ایک بار پھر رگوں میں دوڑنے پھرنے لگا ہے۔ مسلم لیگ کی مساعی کا شکریہ!

یہ عوامی حکومت ہوگی۔ میں جاگیرداروں اور سرمایہ داروں کو انتباہ کردینا چاہتا ہوں جو ہمارا خون چوس کر ایسے نظام کے تحت پلے بڑھے ہیں جو اس قدر خبیث اور اس قدر فاسد ہے جو انہیں اس درجہ خودغرض بنادیتا ہے کہ ان کے ساتھ معقول بات کرنا مشکل ہوجاتا ہے۔ عوام کا استحصال ان کی رگ و پے میں داخل ہوگیا ہے۔ وہ اسلام کی تعلیمات کو فراموش کربیٹھے ہیں۔ ان لوگوں کی حرص اور غرضی نے دوسروں کے مفادات کو اپنے تابع کرلیا ہے تاکہ وہ موٹے ہوتے رہیں''۔[99]

خداوند کریم فرماتے ہیں: ''یہ قرآن تو جہان کے لیے نصیحت ہے۔''[100]

اور ایک دوسرے مقام پر ارشاد ربانی ہے: ''یہ قرآن تو ایک نصیحت ہے' جو چاہے اس پر غور وفکر کرے''۔[101]

اللہ تعالٰی نے تو اپنے محبوب حضور اکرم ﷺ کے وسیلے سے قرآن کریم نازل فرمادیا جو چودہ سو سال سے من وعن موجود ہے اور مسلمان نہ صرف اس پر عمل پیرا ہیں بلکہ انہوں نے اسے حرزِ جان بنایا ہوا ہے اور ہر چیز سے زیادہ اسے عزیز رکھتے ہیں۔ قائداعظم محمد علی جناحؒ جہاں مردوں اور نوجوانوں سے خطاب کرتے اور انہیں قرآن کریم پر عمل پیرا ہونے کی تلقین فرماتے ہیں' وہاں وہ ضروری سمجھتے ہیں کہ خواتین کو بھی ان کی ذمہ داری کا احساس دلائیں کیونکہ ''ماں'' کی حیثیت سے بچوں کی اسلامی اور قرآنی تعلیمات پر عمل کروانے کی اولین ذمہ داری ان کے سر ہے اور قائداعظمؒ اس حقیقت کو بخوبی جانتے تھے۔ چنانچہ 4 مارچ 1946ء کو شیلانگ میں خواتین کے عظیم الشان جلسۂ عام سے خطاب کرتے ہوئے آپ نے فرمایا:۔

''مجھے خوشی ہے کہ پاکستان کا پیغام زنان خانوں تک پہنچ گیا ہے اور اس نے ہمارے بچوں تک کو گرمادیا ہے''۔

''دو قومی نظریے'' کی وضاحت کرتے ہوئے آپ نے فرمایا: ''ہمارے اپنے قوانین ہیں' اپنی ثقافت اور زبان ہے۔ ہماری اپنی تقویم' نام' سماجی زندگی' طرزِ تعمیر اور موسیقی ہے۔ مختصر یہ

کہ ہمارے معاشرے کا پورا سماجی اور اقتصادی ڈھانچہ ہندوؤں سے یکسر مختلف ہے۔ہم دیکھتے ہیں کہ ہندو معاشرے کا اپنا ڈھانچہ ہے جو ہمارے ڈھانچے سے مختلف ہے۔ یہ نہ صرف مختلف ہے بلکہ بعض معاملات میں ایک دوسرے کی ضد ہے''۔

ہندو بت پرستی کے قائل ہیں'ہم نہیں ہیں''۔ہم مساوات' حریت اور بھائی چارے کے قائل ہیں۔ ان پر ذات پات چھائی ہوئی ہے اور ذات پات کے بندھن میں جکڑے ہوئے ہیں۔ ہمارے لیے یہ کس طرح ممکن ہے کہ صرف ایک بیلٹ بکس میں ہم اکٹھے ہوجائیں۔

آیئے! ہم واپس چلیں اور اپنی کتاب مقدس قرآن کریم اور حدیث نبویؐ اور اسلام کی عظیم روایات کی طرف رجوع کریں جن میں ہماری رہنمائی کے لیے ہر چیز موجود ہے۔ہم ان کی درست طور پر تاویل و تعبیر کریں اور اپنی عظیم کتاب مقدس ''قرآن کریم کا اتباع''۔[102]

ہر مسلمان کے پاس قرآن کریم کا ایک نسخہ ہونا چاہیے:

یہ ایک زندۂ جاوید حقیقت ہے کہ ہر مسلمان کے لیے فرض ہے کہ وہ کلمۂ توحید کی طرح قرآن کریم فرقان حمید کو اللہ رب العزت کی طرف سے نازل کردہ سچی' ابدی اور لازوال کتاب مانے اور اس کی منور اور روشن تعلیمات پر عمل پیرا ہو اور اسے حرزِ جان بنائے۔ اسلامی نقطۂ نظر سے مسلمان کی زندگی کا دارومدار صرف اور صرف دو مآ خذ یعنی قرآن کریم اور احادیث نبوی ﷺ پر ہے۔ جہاں تک قرآن کریم پر عمل پیرا ہونے کا تعلق ہے' وہ اسی صورت میں ممکن ہے کہ ہر صاحب دل مسلمان قرآن مجید کا ایک نسخہ اپنے پاس رکھے اور وقتاً فوقتاً اس سے نہ صرف استفادہ کرتا رہے بلکہ اسے اپنا ''رہبر اور رہنما'' بنائے۔

اللہ جل جلالہ' قرآن کریم پر عمل پیرا ہونے کے حوالے سے ارشاد فرماتے ہیں:۔

''رسولؐ اس ہدایت پر ایمان لایا ہے جو اُس کے رب کی طرف سے اس پر نازل ہوئی ہے اور جو لوگ اس رسول ﷺ کے ماننے والے ہیں' انہوں نے بھی اس ہدایت کو دل سے تسلیم کرلیا ہے۔ یہ سب اللہ اور اس کے فرشتوں اور اس کی کتابوں اور اس کے رسولوں کو مانتے ہیں اور ان کا قول یہ ہے کہ ''ہم اللہ کے رسولوں کو ایک دوسرے سے الگ نہیں کرتے' ہم نے حکم سنا اور اطاعت قبول کی۔ مالک! ہم تجھ ہی سے خطا بخشی کے طالب ہیں اور ہمیں تیری ہی طرف پلٹنا ہے''۔[103]

یہاں خدائے وحدہٗ لاشریک کا خطاب مسلمانوں سے ہے جو نہ صرف کتاب ہدایت (قرآن مجید) کو مانتے ہیں بلکہ اس کے آخری رسول حضرت محمد ﷺ کے علاوہ اس کے فرشتوں' اس کی کتابوں اور رسولوں پر ایمان رکھتے ہیں۔ ایک دوسرے مقام پر خداوند کریم ایمان لانے والوں کے ساتھ ساتھ انکار کرنے والوں (نہ ماننے والوں) کا ذکر فرماتے ہیں۔ ارشادِ ربانی ہے:۔

"اے لوگو جو ایمان لائے ہو' ایمان لاؤ اللہ پر اور اس کے رسول ﷺ پر اور اس کی کتاب (قرآن کریم) پر جو اللہ نے اپنے رسول ﷺ پر نازل کی ہے اور ہر اس کتاب پر جو اس سے پہلے نازل کر چکا ہے۔ جس نے اللہ اور اس کے ملائکہ (فرشتوں) اور اس کی کتابوں اور اس کے رسولوں اور روزِ آخرت سے کفر کیا (انکار کیا)' وہ گمراہی میں بھٹک کر بہت دور نکل گیا۔ رہے وہ لوگ جو ایمان لائے' پھر کفر کیا' پھر ایمان لائے' پھر کفر کیا' پھر اپنے کفر میں بڑھتے چلے گئے تو اللہ ان کو ہرگز معاف نہ کرے گا اور نہ کبھی ان کو راہِ راست دکھائے گا"۔[104]

ہم سمجھتے ہیں کہ یہی وہ ارشادِ ربِّ کریم ہے جو قائداعظم محمد علی جناحؒ کے پیشِ نظر تھا جس پر خود عمل کرتے ہوئے آپ نے مسلم ہند کو مطلع فرمایا کہ وہ بھی قرآن پاک کا ایک نسخہ اپنے پاس رکھا کریں تاکہ وہ اپنی رہنمائی خود کر سکیں۔ چنانچہ 8 ستمبر 1945ء کو آپ نے کراچی سے مسلمانانِ ہند کے نام عید الفطر کے مبارک اور متبرک موقع پر جو پیغام دیا' اس میں واضح فرمایا:۔

"ہر مسلمان جانتا ہے کہ قرآنی احکام صرف مذہبی اور اخلاقی امور تک محدود نہیں ہیں۔ گبن (Gibbon) کے بقول "اطلانتک سے گنگا تک قرآن کریم کو ایک بنیادی ضابطے کے طور پر تسلیم کیا جاتا ہے' نہ صرف دینیات کے اعتبار سے بلکہ سول اور فوجداری ضابطوں اور ایسے قوانین کے لحاظ سے جو بنی نوع انسان کے افعال اور املاک پر اللہ تعالیٰ کے غیر مبدل قوانین کے طور پر محیط ہے"۔ جہلاء کے سوا ہر شخص اس امر سے واقف ہے کہ قرآن کریم مسلمانوں کا عام ضابطۂ حیات ہے۔ ایک دینی' معاشرتی' سول' تجارتی' فوجی' عدالتی' فوجداری ضابطہ ہے۔ رسوم مذہب ہی سے متعلق نہیں بلکہ روزانہ زندگی سے متعلق بھی' روح کی نجات سے لے کر جسمانی صحت تک' حقوق العباد سے لے کر فرد واحد کے حقوق تک' اخلاقیات سے لے کر جرائم تک' اس

دنیا میں سزا سے لے کر عقبٰی میں سزا تک۔ ہمارے رسول ﷺ نے لازمی قرار دیا کہ:۔

"ہر مسلمان کے پاس قرآن کریم کا ایک نسخہ ہونا چاہیے
تا کہ وہ اپنی رہنمائی خود کر سکے"۔

لہٰذا اسلام محض روحانی عقائد اور نظریات یا رسم و رواج کی ادائیگی تک محدود نہیں ہے۔ یہ ایک مکمل ضابطۂ حیات ہے اور پورے مسلم معاشرے پر محیط ہے۔زندگی کے ہر شعبے پر من حیث المجموع اور انفرادی طور پر جاری و ساری ہے"۔[105]

ممتاز قانون دان سید شریف الدین پیرزادہ کا بیان ہے کہ "قائداعظم محمد علی جناحؒ کے پاس قرآن حکیم کے چند ایک عمدہ نسخے تھے۔ ان میں کچھ قلمی بھی تھے۔ ایک بہترین نسخہ احتراماً جزدان میں اپنے بیڈ روم (BED ROOM) میں اونچی جگہ رکھا کرتے تھے۔ میں نے انہیں محمد مارماڈیوک پکتھال (Marmaduke Pickthall) کا انگریزی ترجمہ شدہ قرآن مجید پڑھتے دیکھا۔ پکتھال ایک انگریز تھا جو بعد میں مسلمان ہوگیا تھا۔ اس نے قرآن کریم کا جو ترجمہ کیا' وہ بہت عمدہ تصور ہوتا تھا۔ یہ وہی ترجمہ ہے جس کے بیسیوں ایڈیشن امریکہ اور انگلستان میں شائع ہو چکے ہیں اور ہو رہے ہیں"۔[106]

سید شریف الدین پیرزادہ مزید لکھتے ہیں کہ "قائداعظمؒ کے پاس چند نسخے ذاتی طور پر موجود تھے لیکن اکثر مواقع پر مسلمان آپ کو قرآن حکیم کا نسخہ پیش کرتے۔ 1943ء میں چینی مسلمانوں کا ایک وفد ہندوستان آیا تو اس نے بھی قائداعظمؒ کو قرآن حکیم کا ایک نسخہ پیش کیا۔[107]

یہ ایک تلخ حقیقت ہے کہ 26 جولائی 1943ء کو ایک بد بخت اور سیاہ رو خاکسار محمد رفیق مزنگوی نے قائداعظمؒ پر قاتلانہ حملہ کیا۔ یہ روح فرسا خبر بمبئی میں آگ کی طرح پھیل گئی۔ قائداعظمؒ نے فوراً مسلمانوں سے اپیل کرتے ہوئے فرمایا کہ "وہ امن و سکون کا دامن ہاتھ سے نہ چھوڑیں" نیز آپ نے فرمایا:

"خدا کے فضل و کرم سے مجھے کوئی زخم نہیں پہنچا۔ مسلمانوں کو صبر سے کام لینا چاہیے۔ مجھے سخت افسوس ہے کہ بزدلانہ حملہ کرنے والا "مسلمان" ہے"۔ اے پی کے نمائندے کو ایک

انٹرویو میں قائداعظمؒ نے فرمایا:۔

"Although it was a serious and well planned attack, by the "GRACE OF GOD", no serious injury has been inflicted on me".[108]

یہ ایک ناقابل تردید حقیقت ہے کہ یہ بزدلانہ حملہ مسلمانوں کے محبوب رہنما' اسلام کے بطل جلیل اور نابغۂ روزگار قائداعظمؒ پر ہی نہیں بلکہ ''پوری ملت اسلامیہ پر حملہ'' کے مترادف تھا جبکہ بلاجواز ایک انسان کو قتل کرنے والے کے ضمن ارشاد ربانی ہے:۔

''کہ گویا اس نے تمام لوگوں کو قتل کیا اور جس نے ایک انسان کی جان بچائی' اس نے گویا تمام لوگوں کی جان بچائی۔''

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:۔

''ہم نے بنی اسرائیل پر لکھ دیا کہ جو شخص کسی کو بغیر اس کے کہ وہ کسی کا قاتل ہو یا زمین میں فساد مچانے والا ہو' قتل کرڈالے' گویا اس نے تمام لوگوں کو قتل کردیا اور جو شخص کسی ایک کی جان بچالے' اس نے گویا تمام لوگوں کو زندہ کردیا''۔[109]

اس سے اندازہ ہوسکتا ہے کہ اللہ رب العزت کے ہاں انسانی خون کی کتنی اہمیت اور تکریم ہے۔ یہی اصول اسلام کی تعلیمات کے مطابق ہمیشہ کے لیے ہے۔ برصغیر کی سماجی' سیاسی' مذہبی اور ثقافتی انجمنوں نے قراردادیں منظور کیں' اخبارات نے اداریے لکھے اور اکابرین ملت نے پیغامات ارسال کیے۔ حضرت پیر جماعت علی شاہ علی پوری نے حیدرآباد دکن سے قائداعظمؒ کے نام ایک طویل خط لکھا اور ان کی خدمت میں بعض قیمتی اور مقدس ہدایا ارسال کیے۔ انہوں نے تحریر کیا:۔

''مجھے اس امر کا افسوس ہے کہ میں خود حاضر ہونے سے قاصر ہوں لیکن میں اور میرے لاکھوں مرید آپ کی حفاظت اور بہبود کی خاطر ہر ممکن قربانی کے لیے تیار ہیں''۔

حضرت پیر سید جماعت علی شاہ نے قائداعظمؒ کی خدمت میں قرآن کریم کا ایک نایاب نسخہ' غلافِ کعبہ کا ایک ٹکڑا اور آب زم زم بھی بھیجا۔[110]

نواب زادہ لیاقت علی خان آنریری جنرل سیکرٹری آل انڈیا مسلم لیگ نے مسلم لیگ کی

تمام صوبائی شاخوں سے درخواست کی کہ 13 اگست 1943ء بروز جمعۃ المبارک کو "یوم تشکر" منایا جائے"۔[111]

قائداعظم کا دسمبر 1946ء میں لندن تشریف لے جانا دراصل پاکستان کا آغاز تھا۔ یہ ایک قسم کی گول میز کانفرنس تھی جو برطانوی حکومت کی دعوت پر بلائی گئی۔ اس کانفرنس میں قائداعظمؒ، لیاقت علی خان، پنڈت جواہر لال نہرو اور سردار بلدیو سنگھ کو شرکت کی دعوت دی گئی تھی جبکہ لارڈ ویول وائسرائے ہند ان کے ہمراہ تھے۔ دیگر شرکاء میں سر جارج ایبل (SirGeorgeAbell) بحیثیت پرائیویٹ سیکرٹری وائسرائے ہند، مسٹر ترلوک سنگھ پنڈت جواہر لال نہرو کے پرائیویٹ سیکرٹری کی حیثیت سے، مسٹر سرین (Sarin) بحیثیت پرائیویٹ سیکرٹری سردار بلدیو سنگھ اور میجر میکنزی (Mackenzie) وائسرائے ہند کے پرائیویٹ سیکرٹری کی حیثیت سے لندن گئے جبکہ کے۔ایچ خورشید قائداعظمؒ کے پرائیویٹ سیکرٹری اور جناب ڈاکٹر ممتاز حسن نوابزادہ لیاقت علی خاں کے پرائیویٹ سیکرٹری کی حیثیت سے لندن تشریف لے گئے۔ آپ سب 2 دسمبر 1946ء کو لندن پہنچے اور 18 دسمبر 1946ء تک وہاں قیام پذیر رہے۔ کراچی واپسی سے قبل قائداعظمؒ نے 18 دسمبر سے لیکر 20 دسمبر 1946ء تک مصر میں قیام فرمایا۔ قائداعظمؒ نے مصر میں مختلف تاریخی شخصیات سے ملاقاتیں کیں۔ ڈاکٹر ممتاز حسن کا بیان ہے کہ کراچی کے لیے سفر کے دوران چند قابل ذکر واقعات رونما ہوئے۔ ان میں سے ایک قابل ذکر اور تاریخی واقعہ یہ ہے کہ:-

> "A few Egyptians, alongwith a number of Indian and Pakistani Muslims, came towards the Quaid-e-Azam and Liaqat Ali Khan. Their welcome was unspectacular, but sincere. Among other things, a copy of the QURAN was presented to the Quaid-e-Azam on behalf of SHAIKH HASAN-AL- BANNA, the Leader of the Muslim Brotherhood."[112]

یہ ایک واضح اور روشن حقیقت ہے کہ ہر مسلمان کیلئے قرآن کریم کے لازوال قوانین جو ہمارے لیے

ایک مکمل ضابطۂ حیات کی حیثیت سے مسلمہ ہیں' ان کے خلاف چلنا یا انہیں نظر انداز کرنا اور شریعت اسلامیہ کے بنیادی اصولوں سے روگردانی کرنا بعید از قیاس ہے' یہاں تک کہ ہم ایسا سوچ بھی نہیں سکتے اور اگر کوئی انسان بالخصوص مسلمان اور اسلامی جمہوریہ پاکستان کا کوئی باشندہ ایسا ارتکاب کرتا ہے تو وہ دائرۂ اسلام سے خارج ہوجاتا ہے یعنی مسلمان نہیں رہتا۔ قائداعظم محمد علی جناحؒ کا بھی یہی ایمان اور یقین تھا اور آپ نہ صرف اس پر خود کاربند اور عمل پیرا تھے بلکہ حتی المقدور مسلمانان ہند کو بھی یہی تلقین فرماتے تھے۔ چنانچہ 28 جون 1947ء کو نئی دہلی سے کانگرس کے آزاد پٹھان ریاست کے مطالبے پر قائداعظمؒ نے ایک بیان جاری فرمایا جس میں اس بات کی سختی سے تردید کرتے ہوئے کہا:۔

''ان (خان برادران) کا نعرہ ''دورنگا'' ہے اور اس کا مقصد پٹھانوں کو گمراہ کرنا ہے۔ جب وہ یہ کہتے ہیں کہ مجوزہ پٹھانستان کا دستور جمہوریت کے اسلامی تصورات' مساوات اور معاشرتی انصاف پر مبنی ہوگا تو ان کا مطلب مجلس دستور ساز پاکستان پر جو مسلمانوں کی عظیم اکثریت پر مشتمل ہوگی' یہ بہتان طرازی (تہمت' جھوٹا الزام) کرنا ہے کہ وہ جمہوریت کے اسلامی تصورات' مساوات اور معاشرتی انصاف کو نظر انداز کردے گی''۔ خان برادران نے ایک اور زہریلا نعرہ بلند کیا ہے کہ مجلس دستور ساز پاکستان شریعت کے بنیادی اصولوں اور قرآنی قوانین کو نظر انداز کردے گی۔ یہ بھی بالکل نادرست ہے۔ تیرہ سے زیادہ صدیاں بیت گئیں۔ مسلمان اچھے اور برے موسموں کا سامنا کرنے کے باوصف نہ صرف اپنی عظیم اور مقدس کتاب قرآن کریم پر فخر کرتے رہے بلکہ ان تمام ادوار (زمانوں) میں جملہ مبادیات کو حرز جان بنائے رکھا اور اب اچانک یہ نعرہ بلند کردیا گیا ہے جس میں یہ بہتان تراشا گیا کہ مجلس دستور ساز پاکستان پر اعتماد نہیں کیا جاسکتا اگرچہ وہ مسلمانوں کی بھاری اکثریت پر مشتمل ہوگی۔''[113]

قائداعظمؒ کا قرآن حکیم پر کس قدر غیر متزلزل ایمان تھا اور وہ اس کی نورانی تعلیم سے کس قدر بہرہ ور تھے' اس کا اندازہ مندرجہ ذیل اقتباس سے لگایا جاسکتا ہے:۔

''اس حقیقت سے سوائے جہلاء کے ہر شخص واقف ہے کہ قرآن مجید مسلمانوں کا

بنیادی ضابطۂ حیات اور ضابطۂ زندگی ہے جو معاشرت' مذہب' تجارت' عدالت' فوج' دیوانی' فوجداری اورتعزیرات کےضوابط کو اپنے اندر لیے ہوئے ہے۔ مذہبی رسوم ہوں یا روزمرہ کے معمولات' روح کی نجات کا سوال ہو یا انفرادی واجبات' عام اخلاقیات ہوں یا جرائم' دنیاوی سزا کا سوال ہو یا آخرت کے مواخذہ کا' ان سب کے لیے اس میں قوانین موجود ہیں۔ اس لیے نبی اکرم ﷺ نے حکم دیا تھا کہ ہر مسلمان قرآن کریم کا ایک نسخہ اپنے پاس رکھے اور اس طرح اپنا مذہبی پیشوا آپ بن جائے''۔[114]

دسمبر 1943ء میں سندھ مسلم لیگ کراچی کے اجلاس سے خطاب کرتے ہوئے قائداعظم محمد علی جناحؒ نے قرآن کریم کی حقانیت یوں بیان فرمائی:۔

''وہ کون سا رشتہ ہے جس کے ساتھ منسلک ہونے سے تمام مسلمان ایک جسم کی طرح ہیں؟ وہ کون سی چٹان ہے جس پر ان کی ملت کی عمارت استوار ہے؟ وہ کون سا لنگر ہے جس سے اُمت مسلمہ کی کشتی محفوظ کردی گئی ہے؟''

پھر آپ نے خود ہی جواب میں فرمایا: ''وہ بندھن' وہ رشتہ' وہ چٹان' وہ لنگر اللہ کی کتاب ''قرآن کریم'' ہے۔ مجھے یقین ہے کہ جوں جوں ہم آگے بڑھتے جائیں گے' ہم میں زیادہ سے زیادہ ''وحدت'' پیدا ہوتی جائے گی''۔[115]

1941ء میں عثمانیہ یونیورسٹی حیدرآباد دکن میں طلبا اور اساتذہ کرام سے خطاب کے دوران اپنے صدارتی خطبہ میں قائداعظم محمد علی جناحؒ نے فرمایا: ''میں کوئی مولوی یا ملا نہیں ہوں' نہ مجھے دینیات میں مہارت کا دعویٰ ہے البتہ میں نے اپنے طور پر ''قرآن مجید'' اور ''اسلامی قوانین'' کے مطالعہ کی کوشش کی ہے۔ اس عظیم الشان کتاب کی تعلیمات میں انسانی زندگی کے ہر باب کے متعلق ہدایات موجود ہیں۔ زندگی کا روحانی پہلو ہو یا معاشرتی' سیاسی ہو یا تعلیمی' کوئی شعبہ ایسا نہیں ہے جو قرآنی تعلیمات سے باہر ہو''۔[116]

27 جولائی 1944ء کو قائداعظم محمد علی جناحؒ کشمیر سے راولپنڈی پہنچے۔ ڈھیری حسن آباد کے ٹھیکیدار نے قائداعظمؒ کو دعوت پر مدعو کیا ہوا تھا' چنانچہ آپ ان کے ہاں تشریف لے

گئے۔ کھانے کی دعوت میں راولپنڈی مسلم لیگ کے صدر بیرسٹر محمد جان بھی موجود تھے۔ انہوں نے گفتگو کے دوران قائداعظمؒ سے سوال کیا:۔

''پاکستان کا دستور کیا ہوگا''؟

قائداعظم نے جواب میں فرمایا ''یہ تو اُس وقت کی دستور ساز اسمبلی کا کام ہوگا البتہ ہمارے پاس ''قرآن کریم'' کی صورت میں تیرہ سو سال سے دستور موجود ہے۔''

بیرسٹر محمد جان نے مزید استفسار کیا:

''اس دستور کو غیر مسلم بھی تسلیم کرلیں گے''؟

قائداعظمؒ نے جواب دیا:

''میں قرآن مجید کا عالم ہونے کا دعویدار تو نہیں لیکن قرآن کریم کا مجھے جتنا علم ہے، اس کی بناپر کہہ سکتا ہوں کہ قرآنی دستور تو وہ ہے جس کے متعلق غیر مسلم خود کہیں کہ یہ ہم پر بھی لاگو کیا جائے کیونکہ اس میں اقلیتوں کے لیے باقاعدہ گنجائش موجود ہے''۔[117]

قائداعظم محمد علی جناحؒ اور مسٹر گاندھی کے مابین 10 ستمبر 1944ء سے لے کر 30 ستمبر 1944ء تک خط و کتابت رہی۔ قائداعظمؒ نے ایک مکتوب میں جو آپ نے مسٹر گاندھی کے نام تحریر فرمایا، اس میں دوٹوک اور واضح طور پر اعلان فرمایا:

''قرآن مجید مسلمانوں کا ضابطۂ حیات ہے۔ اس میں مذہبی، مجلسی، دیوانی، فوجداری، عسکری، تعزیری، معاشی، سیاسی اور معاشرتی غرضیکہ سب شعبوں کے احکام موجود ہیں۔ مذہبی رسوم سے لے کر روزانہ کے امورِ حیات تک، روح کی نجات سے لے کر جسم کی صحت تک، اخلاق سے لے کر انسدادِ جرم تک، زندگی میں جزا اور سزا سے لے کر عقبیٰ کی جزا اور سزا تک، ہر ایک قول و فعل اور حرکت کے احکامات کا مجموعہ ہے''۔[118]

مولانا ظفر علی خان رقمطراز ہیں کہ:

قائداعظم محمد علی جناحؒ نے اپنے ایک بیان میں فرمایا کہ:

''قرآن کریم مسلمانوں کا دستور زندگی ہے یعنی مذہبی، معاشرتی، تمدنی، تجارتی،

عسکری، عدالتی اور تعزیری احکام کا مجموعہ ہے۔ وہ مذہبی رسوم سے لے کر زندگی کی ادنیٰ باتوں تک، روح کی نجات سے لے کر جسم کی صحت تک، اجتماعی حقوق سے لے کر انفرادی حقوق تک، پاک بازی سے لے کر جرائم تک، اس دنیا کی سزا سے لے کر آخرت کی جزاء تک، ہر چیز پر قرآن مجید حاوی ہے''۔[119]

آل انڈیا مسلم سٹوڈنٹس فیڈریشن کے 1946ء کے اجلاس کی صدارت کرتے ہوئے قائداعظم محمد علی جناحؒ نے اپنے خطاب میں فرمایا:۔

''مجھ سے اکثر پوچھا جاتا ہے کہ پاکستان کا طرز حکومت متعین کرنے والا کون ہوگا؟ پھر آپ نے خود ہی جواب دیتے ہوئے کہا کہ:۔

''میرے نزدیک مسلمانوں کے طرز حکومت کا فیصلہ آج سے ساڑھے تیرہ سو سال پہلے ''قرآن کریم'' نے کر دیا تھا۔''[120]

ایک مرتبہ ممتاز مسلم لیگی رہنما میاں بشیر احمد قائداعظم محمد علی جناحؒ سے ملاقات کے لیے دہلی تشریف لے گئے۔ ملاقات کے دوران تحریک پاکستان کے حوالے سے گفتگو ہو رہی تھی۔ میاں بشیر احمد نے قائداعظمؒ سے مخاطب ہو کر سوال کیا:۔

''لوگ کہتے ہیں کہ ''قرارداد لاہور'' منظور تو ہو گئی ہے لیکن پاکستان شاید سو برس تک نہ بن سکے گا؟ ہماری قوم میں بہت کمزوریاں ہیں۔ ہم پاکستان کیسے بنا سکتے ہیں''؟

قائداعظمؒ نے میز پر موجود ''قرآن کریم'' کی طرف اشارہ کرتے ہوئے فرمایا:۔

''جب مسلمانوں کے پاس یہ کتاب ''قرآن کریم'' موجود ہے تو قوم کو پریشان ہونے کی کیا ضرورت ہے''؟[121]

جولائی 1947ء کا واقعہ ہے، قائداعظم محمد علی جناحؒ کی رہائش گاہ واقع دہلی میں قیام پاکستان کے ممکنہ مسائل کے حوالے سے نشست ہو رہی تھی۔ دورانِ گفتگو علامہ شبیر احمد عثمانی نے قائداعظمؒ سے استفسار فرمایا: ''پاکستان کا دستور کیسا بنایا جائے گا؟''

قائداعظمؒ نے علامہ شبیر احمد عثمانی کو جواب دیتے ہوئے فرمایا: ''پاکستان کا آئین

''قرآن مجید'' ہوگا۔ میں نے قرآن کریم ترجمے کے ساتھ پڑھا ہے۔ میرا پختہ ایمان ہے کہ قرآنی آئین سے بڑھ کر کوئی آئین نہیں ہوسکتا۔ میں نے مسلمانوں کا سپاہی بن کر پاکستان کی جنگ جیتی ہے۔ میں قرآنی آئین کا ماہر نہیں۔ آپ اور آپ جیسے دوسرے علماء کو میرا مشورہ ہے کہ آپ مل بیٹھ کر نئے قائم ہونے والے پاکستان کے لیے قرآنی آئین تیار کریں''۔[122]

قرآن کریم ایک مکمل ضابطۂ حیات:

قائداعظم محمد علی جناحؒ قرآن کریم فرقانِ حمید کو ایک ''مکمل ضابطۂ حیات'' سمجھتے تھے' چنانچہ آپ نے مختلف مواقع پر اس زندۂ جاوید اور تاریخی حقیقت کا برملا اظہار فرمایا۔ 10 جون 1938ء کو میمن چیمبر آف کامرس کے سپاس نامے کے جواب میں اس موضوع پر مدلل اور سیر حاصل بحث کرتے ہوئے مسلمانانِ ہند پر واضح فرمایا:۔

''مسلمانوں کے لیے ''پروگرام'' تلاش کرنے کی ضرورت نہیں ہے۔ ان کے پاس تو تیرہ سو برس سے ایک ''مکمل پروگرام'' موجود ہے اور وہ ''قرآن کریم'' ہے۔ قرآن پاک ہی میں ہماری اقتصادی' تمدنی اور معاشرتی اصلاح وترقی کے علاوہ سیاسی پروگرام بھی موجود ہے۔ میرا اسی قانونِ الٰہیہ پر ایمان ہے اور میں جو آزادی کا طالب ہوں تو وہ اسی کلام الٰہی کی تعمیل ہے۔ قرآن پاک ہمیں تین چیزوں کی ہدایت کرتا ہے: آزادی' مساوات اور اخوت۔ بحیثیت ایک مسلمان کے میں بھی انہی تین چیزوں کے حصول کا متمنی ہوں۔ تعلیماتِ قرآنی ہی میں ہماری نجات ہے اور انہی کے ذریعے ہم ترقی کے تمام مدارج طے کرسکتے ہیں''۔[123]

قائداعظمؒ آزادی چاہتے تھے۔ آپ کو یقین تھا کہ جب مسلمان آزاد اور خودمختار ہوجائیں گے تو ''اسلام'' بھی آزاد ہوجائے گا۔ یہ بات قابل ذکر ہے کہ آپ نے متعدد مواقع پر اس تلخ حقیقت کا کھلے بندوں اظہار کیا کہ ''پاکستان قائم ہوجائے گا تو مسلمان بھی آزاد ہوجائیں گے' نیز تباہ وبرباد ہونے سے بچ جائیں گے اور اس طرح اسلام بھی آزاد ہوجائے گا''۔ ایک دوسرے موقع پر فرمایا: ''اگر پاکستان قائم نہ ہوا تو ہندوستان میں مسلمان اور اسلام تباہ ہوجائیں گے۔'' اسی طرح ایک اور مقام پر آپ نے ارشاد فرمایا: ''اگر آپ ہندوستان میں

مسلمانوں اور اسلام کو بچانا چاہتے ہیں تو وہ صرف اسی صورت ممکن ہے کہ پاکستان کا قیام عمل میں آ جائے''۔

قائداعظمؒ کی دلی تمنا تھی کہ ہم اپنے آزاد اور خودمختار پاکستان میں آزادی کے ساتھ اسلامی اور قرآنی تعلیمات کے مطابق اپنی اقتصادی، تمدنی' معاشرتی' سیاسی، مذہبی اور معاشرتی ترقی واصلاح کرسکیں گے۔ جیسا کہ ہم نے میمن چیمبر آف کامرس کی تقریر میں ملاحظہ کیا کہ آپ کی آزادی کی خواہش اور تمنا کلام الٰہی کے عین مطابق اور اس کی تعمیل تھی۔ آپ نے یہ بات بار بار کہی کہ ''آزادی حاصل کرنا مسلمان کا حق ہے جس سے کوئی روک نہیں سکتا کیونکہ مسلمان آزاد پیدا ہوتا ہے''۔

مشہور و معروف عالم دین اور بادشاہی مسجد کے خطیب حضرت مولانا غلام مرشد جنہیں نہ صرف حضرت علامہ اقبالؒ سے خصوصی تعلق خاطر رہا بلکہ انہوں نے حضرت علامہ اقبالؒ کے 1926ء میں ہونے والے انتخابات کے سلسلے میں بھرپور حصہ لیا اور قابل ذکر بات تو یہ ہے کہ حضرت علامہ اقبالؒ نے ایک واضح اکثریت سے یہ انتخاب جیتا اور اس کے نتیجے میں سالہا سال تک پنجاب لیجسلیٹو کونسل میں شاندار اور تاریخ ساز خدمات انجام دیں۔ اس کے علاوہ مولانا موصوف کو حضرت قائداعظمؒ سے بھی نہ صرف شرف ملاقات حاصل رہا بلکہ دینی معاملات کے بارے میں بھی تبادلۂ خیالات فرماتے رہے۔ قرآن کریم کے ضمن میں ان کا بیان ہے کہ ''قائداعظمؒ کا ''قرآن کریم'' کے ساتھ کس قدر گہرا تعلق تھا اور اس بات میں کس قدر مخلص تھے' اس کے متعلق بہت کچھ لکھا جا چکا ہے لیکن میں اس میں ایک ذاتی واقعہ کا اضافہ کرنا چاہتا ہوں جسے میں نے اپنی ''شہادت'' کہہ کر پکارا ہے۔ 1945ء کے آخری ثلث کی بات ہے جب قائداعظمؒ آل انڈیا مسلم لیگ کے اراکین کے ساتھ ''ممدوٹ ولا'' لاہور میں قیام فرما تھے۔ ایک دن جب میں اپنے مکان ''چومالہ'' 1051/A میں موجود تھا تو قائداعظمؒ کا ایک نمائندہ میرے پاس پہنچا اور کہا کہ قائداعظمؒ نے مجھ خاکسار کو فوری طور پر یاد فرمایا ہے۔ میں فوراً چلنے کو تیار ہوا لیکن پھر خیال آیا کہ ''زبان یار من ترکی و من ترکی نمی دانم''۔ میں انگریزی کا ایک حرف نہیں جانتا اور قائداعظمؒ

شاید میری زبان کو پوری طرح سمجھ نہ پائیں تو باہمی گفتگو کا نقشہ کیا ہوگا؟ اتفاق سے اس وقت میرے پاس جناب محمد مسعود کھدر پوش (سابق آئی۔سی۔ایس' جو اس زمانے میں نواب شاہ کے ڈپٹی کمشنر تھے) بیٹھے تھے۔ میں نے ان سے ساتھ چلنے کو کہا کہ وہ ترجمانی کے فرائض سرانجام دے سکیں۔ ہم ''ممدوٹ ولا'' پہنچے تو قائداعظمؒ ایک چھوٹے سے کمرے میں جس کا دروازہ ایک بڑے ہال کی طرف بھی کھلتا تھا' میرے منتظر بیٹھے تھے۔ سلام مسنون کے بعد انہوں نے ارشاد فرمایا کہ ''میں نے تمھیں ایک بڑے اہم دینی مقصد کے لیے بلایا ہے۔ جمعیت العلمائے ہند (دہلی) جس کے سرپرست مفتی کفایت اللہ ہیں اور مولانا حسین احمد مدنی جیسے نیشنلسٹ علما برسوں سے تحریک پاکستان کی مخالفت میں سرگرم عمل ہیں' بہت سے علماء ہمارے بھی ہم نوا ہیں لیکن ان کی کوئی تنظیم نہیں ہے۔ کچھ عرصہ سے یہ کوشش جاری تھی کہ ان علماپر مشتمل ایک متوازی جمعیت قائم کی جائے اور مختلف صوبوں میں اس کی شاخیں ہوں۔ اس کا مرکز کلکتہ تجویز پایا اور مختلف صوبوں میں اس کی شاخیں بھی قائم کردی گئیں لیکن اس کا افتتاحی اجلاس چند دنوں بعد کلکتہ میں ہونا قرار پایا ہے۔ اس سلسلے میں ملک بھر میں دعوت نامے بھی جاری کردیئے گئے ہیں اور مولانا راغب احسن (مرحوم) کی زیر سرکردگی جملہ انتظامات بھی مکمل کرلیے گئے ہیں۔ اس جمعیت کے نامزد صدر مولانا شبیر احمد عثمانی نے اس کا افتتاح کرنا تھا کہ اتفاق سے وہ دیوبند میں علیل ہوگئے ہیں۔ جمعیت کے اجلاس میں چند روز باقی ہیں' وہ اس میں شریک نہیں ہوسکیں گے''۔

یہ پس منظر بیان کرنے کے بعد قائداعظمؒ نے اپنے مخصوص ''جرنیلی'' انداز میں فرمایا کہ تم جلد از جلد خطبۂ افتتاحیہ تیار کرو اور 25/24 اکتوبر تک کلکتہ پہنچ جاؤ۔ وہ ضابطے کے اس قدر پابند تھے کہ انہوں نے کہا ''شعبۂ عمومی سیاست میں میرے ''نائب'' کی حیثیت سے کانفرنس میں شرکت کرو اور اس ضروری دینی خدمت کو سرانجام دو''۔ خاکسار نے اس سرفرازی کا شکریہ ادا کیا اور اس ضرورت کو اپنا اہم ترین فریضہ سمجھ کر رخصت چاہی تو آپ نے فرمایا: ''ذرا ٹھہرو' جس شخص کے نائب بن کر تم وہاں جارہے ہو اس کی پوزیشن کے متعلق چند بنیادی نکتے ذہن میں رکھ کر وہاں جاؤ۔ ان کے سامنے میز پر ''قرآن کریم'' کے انگریزی ترجمے کا نسخہ رکھا تھا' اسے ہاتھ میں لے کر

فرمایا: ''میرا اس حقیقت پر ایمان ہے کہ اس کتاب عظیم میں دنیا اور آخرت کی زندگیوں کے متعلق مکمل ضابطے اور آئین موجود ہیں۔ تمدنی و معاشی اور اخلاق' انمٹ قوانین موجود ہیں۔ لوگوں کی جان و مال اور آبرو کی حفاظت کے ابدی ضوابط موجود ہیں لیکن یہ قواعد اور ضوابط بالعموم اصولی حیثیت سے دیئے گئے ہیں جس کا مطلب یہ ہے کہ یہ اصول تو ہمیشہ ہمیشہ کے لیے غیر متبدل رہیں گے لیکن ان پر عمل پیرا ہونے کے لیے وقتاً فوقتاً قوانین وضوابط مرتب اور نافذ کئے جاتے رہیں۔ مثال کے طور پر انہوں نے کہا: قرآن کریم میں یہ کہا گیا ہے کہ جرم کی سزا جرم کی نوعیت کے مطابق دی جائے۔ اس پر میں نے جرأت کرتے ہوئے کہا: ''آپ کے ذہن میں غالباً قرآن کریم کی وہ آیت ہے جس میں کہا گیا ہے''**وَالَّذِيْنَ كَسَبُوا السَّيِّاٰتِ جَزَآءُ سَيِّئَةٍۭ بِمِثْلِهَا** (ترجمہ: جن لوگوں نے برائیاں کمائیں' تو برائی کا بدلہ تو اُسی جیسا ہوتا ہے۔) [124]

اس پر انہوں نے فوراً قرآن کریم کھولا اور اس آیت کو دیکھ کر فرمایا: '' بے شک یہی آیت میرے ذہن میں تھی''۔ اس کے بعد کہا: ''دیکھو یہ ایک اصولی حکم ہے اور ابدی۔ یہ دیکھنا ''اسلامی مملکت'' کا کام ہوگا کہ معاشرہ کے عام حالات کی روشنی میں کس جرم کی سزا کیا ہونی چاہیے جو قرآن کریم کے اصول کے مطابق ہو''۔

اس پر میں نے پھر سلسلۂ کلام منقطع کرتے ہوئے عرض کیا: ''حضور اکرم ﷺ نے ایسا کچھ خود اللہ تعالیٰ کے ارشاد کے مطابق کیا تھا جس کی رو سے کہا گیا تھا: ''**وَشَاوِرْهُمْ فِي الْاَمْرِ** ج (ترجمہ: اور معاملات میں اُن سے مشورے کرلیا کرو) [125] ۔ انہوں نے پھر قرآن مجید کو کھولا اور اس آیت کو نکال کر کہا کہ بات بالکل واضح ہے۔ اگر قرآن کریم کے اصولی احکام کے جزئی قوانین مرتب کرنے کی اجازت نہ ہوتی تو مشاورت کا سوال ہی پیدا نہ ہوتا۔ اس کے بعد انہوں نے فرمایا: ''حضور ﷺ کے بعد امت کو بھی اس طرح تدوین قوانین کرنا ہوگی''۔ میں نے عرض کیا: '' اس کے لیے بھی خدا کا حکم موجود ہے جس میں کہا گیا ہے: **وَاَمْرُهُمْ شُوْرٰى بَيْنَهُمْ** (ترجمہ: اور جن کے معاملات باہمی مشورے سے ہوتے ہیں) [126] انہوں نے پھر قرآن کریم سے یہ آیت نکالی اور کہا: ''خدا کی

یہ ہدایت ہماری رہنمائی کے لیے کس قدر واضح ہے۔ ''اسلامی مملکت''، جس کے لیے ہم کوشش کر رہے ہیں، اس کے آئین کی بنیاد یہی ہوگی''۔

قائداعظمؒ ان باتوں میں مصروف تھے اور کمرے کا دروازہ باہر سے کھٹکھٹایا جا رہا تھا کیونکہ مسلم لیگ کے اراکین ضروری کارروائی کے لیے مضطرب تھے۔ اس پر میں نے اٹھنا چاہا تو آپ نے فرمایا: ''اس سلسلے میں تمہیں کچھ نظائر معلوم ہوں تو مثال کے طور پر مجھے بتاؤ'' میں نے عرض کیا: ''سورۃ الانفال کی پہلی آیت میں جنگ سے حاصل شدہ مال کے متعلق ایک اصولی حکم ہے کہ ''وہ مال اللہ اور رسول ﷺ'' کا ہوگا''۔ ارشادِ ربانی ہے: **قُلِ الْاَنْفَالُ لِلّٰهِ وَالرَّسُوْلِ ج** ترجمہ ''آپ فرما دیجیے یہ غنیمتیں اللہ کی ہیں اور اُس کے رسول ﷺ کی ہیں''۔[127]

تاریخ ہمیں بتاتی ہے کہ رسول ﷺ کے زمانے میں مختلف جنگوں میں حاصل شدہ مالِ غنیمت کی تقسیم مختلف انداز سے ہوئی۔ جنگ بدر کے خاتمہ پر ایک انداز سے، خیبر کی فتح کے بعد دوسرے انداز سے، جنگ حنین اور ہوازن میں جو بے شمار مالِ غنیمت ہاتھ آیا تو آپؐ نے صحابہ کرامؓ کے مشورہ سے وہ سارے کا سارا مال ان مجاہدین میں تقسیم کر دیا جو ابھی کچھ عرصہ پہلے فتح مکہ کے وقت حلقہ بگوش اسلام ہوئے تھے۔ اس پر بعض حلقوں میں کچھ باتیں بھی ہونے لگیں لیکن جب حضور اکرم ﷺ نے اس کی مصلحت سمجھائی تو وہ یک زبان پکار اُٹھے **''رَضِيْنَا يَا رَسُوْلَ اللّٰه''** (حضور ﷺ ہم مطمئن ہیں'')

وہ ان تفصیلات کو بڑے جذب و انہماک سے سن رہے تھے۔ وہ اس گفتگو کے لیے زیادہ وقت دینا چاہتے تھے لیکن مسلم لیگ کے اراکین کے اصرار پر انہیں اسے مختصر کرنا پڑا۔ میں اٹھا تو فرمایا: ''جاتے جاتے ایک اور...... دو بنیادی اور ناقابل معافی جرم ہیں: ایک ''شرک'' اور دوسرا ''تفرقہ''..... تفرقہ خواہ مذہبی پیشواؤں کے نام پر ہو، خواہ سیاسی راہنماؤں کے نام پر ہو، وطنیت کے نام پر ہو، رنگ، نسل اور خون کے نام پر ہو بہر حال جرم عظیم ہے۔ ان دونوں جرائم میں سے پہلے جرم (شرک) کی سزا اُخروی غلامی اور محکومی کی شکل میں ملے گی۔ اللہ تعالیٰ نے انسانوں

کو دو گروہوں میں تقسیم کیا ہے: ایک مومن اور دوسرا کافر' اسی کا نام "دوقومی نظریہ" ہے۔ مومنین کے اندر کسی بنیاد پر تفرقہ نا قابل معافی جرم قرار پائے گا۔ اس نکتے کو خاص طور پر ذہن میں رکھنا۔ جاؤ! خدا حافظ۔"

میں رخصت ہو کر آیا تو پہلی مرتبہ یہ احساس ہوا کہ یہ شخص عام طور پر صرف ایک "بیرسٹر" سمجھا جاتا ہے۔ اس کی اسلام کے بنیادی اصولوں پر کتنی گہری نگاہ ہے اور اس شخص کے متعلق یہ کہنا کہ اس کے ذہن میں اسلامیت کی چھینٹ تک دکھائی نہیں دیتی' کتنا بڑا کذب وافترا ہے۔ میں نے حسب الارشاد خطبہ تیار کیا اور کلکتہ چلا گیا۔ ہم چار دن وہاں رہے لیکن کیفیت یہ تھی کہ قائداعظمؒ جہاں بھی تھے' ہم سے رابطہ کیے رکھا اور تفصیلات معلوم کرتے رہے۔ آخری اجلاس ختم ہونے سے پہلے ان کی طرف سے تنظیم کے متعلق بھی ضروری ہدایات موصول ہو گئیں اور قرار دادوں کے سلسلے میں بھی۔

ان قراردادوں میں یہ کہا گیا تھا کہ:۔

1- تحریک پاکستان کی بنیاد دوقومی نظریہ پر ہے جو قرآن مجید کا عطا کردہ غیر متبدل اصول ہے۔

2- اگر خدا نے تحریک پاکستان کو کامیابی عطا فرمائی تو اس سرزمین میں حضور خاتم النبیینؐ کی اسلامی ریاست کی طرز پر حکومت قائم ہو گی جس کا نام خلافت علیٰ منہاج النبوتؐ ہو گا۔ بالفاظ دیگر اس حکومت کے ہر دائرے میں قرآن حکیم کی حکمرانی ہو گی۔

تشکیل پاکستان کے بعد قائداعظمؒ کے پیش نظر سب سے پہلا اور سب سے اہم مقصد اس سرزمین کی سرحدوں کا تحفظ تھا اور جن لوگوں کی آنکھوں پر حسد اور تعصب نے پٹی نہیں باندھ دی' انہیں اچھی طرح سے معلوم ہے کہ ایسا کرنا خود قرآن مجید ہی کے ارشاد کی تعمیل میں تھا۔ وہ تشکیل پاکستان کے بعد ایک سال تک زندہ رہے' زندہ کیا یوں کہیے کہ صرف سانس لیتے رہے اور جس مہلک مرض کا وہ شکار ہو گئے تھے' اسے ایک راز کی طرح سینے میں چھپائے رکھا لیکن اس سلسلے میں جو کچھ کیا' اسے دیکھ کر حیرت ہوتی ہے کہ اس قدر نحیف ونزار مریض شخص محض "قوت ایمانی"

کے بل بوتے پر کیا کچھ کرسکتا ہے؟ میں مختلف مکتبوں اور دارالعلوموں سے تعلیم حاصل کرتا رہا۔ بڑی بڑی نامور ہستیوں سے شرف تلمذ اور تعارف حاصل رہا۔ میں نے سیاسی لیڈروں کو بھی دیکھا اور مذہبی رہنماؤں کو بھی لیکن مجھے پوری زندگی میں قائداعظمؒ سے بڑھ کر کوئی شخصیت متاثر نہ کرسکی۔ میں نے ہر ایک کو ان سے کم تر پایا۔ بلندیٔ کردار کے اعتبار سے بھی اور قرآنی بصیرت کے نہج سے بھی اس قسم کے انسان صدیوں میں جا کر پیدا ہوتے ہیں۔ جو لوگ ان کے خلاف آج ہذیان بک رہے ہیں انہیں معلوم ہونا چاہیے کہ چاند پر تھوکا خود اپنے منہ پر آیا کرتا ہے۔ ان میں سے کوئی ایک تو کیا سب مل کر بھی اس بطل جلیل کے غبار رہ تک بھی نہیں پہنچ سکتے۔ اللہ اسے اپنے اصحاب کرم کے سائے میں رکھے"[128]

پاکستانی حکومت کی بنیاد قرآنی احکامات پر ہوگی:

نواب بہادر یار جنگ تحریک پاکستان کی ایک نادر روزگار ہستی ہیں اور ان کی خدمات اس قدر قابل قدر، گراں بہا اور شاندار ہیں کہ ان کے ذکر کے بغیر تاریخ نامکمل رہے گی۔ وہ جامع حیثیات بزرگ تھے۔ خداوند کریم نے انہیں غیر معمولی ذہنی اور فکری صلاحیتوں اور زبردست عملی قوتوں سے نوازا تھا۔ ان کی سب سے بڑی خوبی یہ تھی کہ قائداعظمؒ کی طرح ان کا ظاہر اور باطن ایک تھا۔ جو کچھ ان کے دل میں ہوتا' وہی ان کی زبان پر ہوتا۔ وہ قائداعظمؒ کی مانند حق پرست اور صاف گو انسان تھے۔ جہاں حق کی بات کہنے کا سوال ہوتا' وہ بڑی سے بڑی شخصیت کو خاطر میں نہ لاتے اور ہرگز نہ ڈرتے۔ وہ انتہائی بے لوث اور بے خوف انسان تھے۔ وہ قائداعظمؒ کی مانند خدائے ذوالجلال کے سوا کسی سے نہ ڈرتے تھے۔ حریت پسند اور بااصول انسان تھے۔ قائداعظمؒ بھی ان خوبیوں کے معترف تھے۔ وہ پرکشش شخصیت کے مالک' خلوص اور ایثار سے سرشار اور صاحب کردار انسان تھے۔ وہ شعلہ نوا مقرر' آتش بیان خطیب' معجز نما ادیب' روشن ضمیر دانشور' جید عالم دین اور مدبر سیاست دان تھے۔ وہ اقبالؒ کے مردمومن اور عاشق رسولؐ تھے۔ ان کی وفات پر قائداعظمؒ نے سری نگر سے 26 جون 1944ء کو اپنے تعزیتی بیان میں فرمایا: "ان کی وفات سے "اسلام" اور "مسلمان" اپنے ایک کٹر اور بے حد مخلص کارکن سے محروم ہوگئے ہیں۔ ان کی رحلت کے باعث مسلمانوں کی فلاح و بہبود اور ترقی کا عظیم ترین علمبردار اس دنیا سے اٹھ گیا ہے"۔[129]

نواب بہادر یار جنگ کس نظریہ کے حامی تھے؟ اس کا اندازہ اس تقریر سے ہوتا ہے جو انہوں نے آل انڈیا مسلم لیگ کے اجلاس منعقدہ 1943ء میں کی تھی۔ انہوں نے فرمایا: "سن لو اور آگاہ ہو جاؤ کہ جس سیاست کی بنیاد کتاب اللہ اور سنت رسول ﷺ پر نہیں ہے' وہ شیطانی سیاست ہے"۔[130]

قائداعظمؒ نے اس حقیقت کا برملا اظہار فرمایا کہ پاکستان کا دستور شریعت کے عین مطابق ہوگا اور قرآنی تعلیمات کی روشنی میں مرتب کیا جائے گا۔ نواب بہادر یار جنگ جو مسلم لیگ کے روح رواں تھے' 1944ء کے مسلم لیگ کے اجلاس میں شریک تھے۔ اجلاس کی کارروائی کے ذکر کے ساتھ ساتھ انہوں نے اس حقیقت کی بالخصوص نشان دہی کی کہ قائداعظمؒ لاریب (بلاشک وشبہ) "قرآنی حکومت" چاہتے تھے۔ نواب بہادر یار جنگ نے اجلاس مسلم لیگ کی رپورٹ کی تفصیل بیان کرتے ہوئے مولانا محمد علی' استاد شعبۂ دینیات' جامعہ عثمانیہ' حیدرآباد دکن کے نام 18 اپریل 1944ء کو ایک مکتوب میں تحریر کیا:۔

"مسلم لیگ کے ساتھ اس لیے ہوں کہ غیر شعوری طور پر اس کا قائد اسی منزل کی طرف جارہا ہے۔ پاکستان کے دستور حکومت کی تحریک اس سال کے اجلاس میں نہ آسکی اور مجلس موضوعات (Subject Committee) نے اس کو قبل از وقت اور خلاف مصلحت قرار دیا لیکن یہ دیکھ کر خوشی ہوئی کہ اس مقصد کو مقصد حیات سمجھنے والوں کا ایک خاصا بڑا گروہ مسلم لیگ میں پیدا ہوگیا ہے اور آپ حیران ہوں گے کہ یہ سب کے سب دیوانے داڑھی منڈے اور اصطلاحاً غیر عالم ہیں۔ ان کی مایوسی سے دل کو رنج ہوا۔ آخری اجلاس کی آخری تقریر میں میری یا وہ گوئیاں تھیں۔ اس میں اس موضوع پر بحث رہی اور مسلم لیگ کے پلیٹ فارم سے اللہ نے میری زبان سے اعلان کروادیا کہ "پاکستان کا دستور الٰہی دستور اور وہاں کی حکومت قرآنی حکومت ہوگی" اور سب سے بڑھ کر قابل مسرت یہ ہے کہ میں دوران تقریر اس مقام پر پہنچا تو قائداعظمؒ نے زور سے اور بڑے جوش سے میز پر مکا مار کر فرمایا:

"تم بالکل درست کہتے ہو"

اور میں نے فوراً اعلان کردیا کہ قائداعظمؒ سے میرے قول کی سند تصدیق مل گئی"[131]

باب پنجم:

قائداعظمؒ اور اقلیتیں

اقلیتیں قرآن کریم اور اسلامی تعلیمات کی روشنی میں:

اسلام ایک ایسا دین ہے جس میں اخوت‘ بھائی چارہ‘ رواداری‘ مساوات‘ انصاف‘ صلۂ رحمی‘ مواخات‘ عفوودرگذر اور ان گنت موضوعات پر زور دیا گیا ہے۔ اسلامی اور قرآنی تعلیمات میں بالخصوص ”اقلیتوں کے حقوق“ پر خصوصی توجہ دی گئی ہے۔ قائداعظم محمد علی جناحؒ نے ان روشن اور سنہری تعلیمات سے جو کچھ اخذ کیا‘ آپ کی یہ دلی تمنا اور خواہش تھی کہ اسلامی جمہوریہ پاکستان میں اقلیتوں کے ساتھ روادارانہ سلوک روا رکھا جائے اور انہیں وہی حقوق مہیا کیے جائیں جن کا قرآن کریم میں ذکر کیا گیا ہے۔ قائداعظمؒ کی اَن گنت تقاریر اور بیانات ہیں جن میں اقلیتوں کا خاص طور پر تذکرہ موجود ہے۔ ہم چند ایک ایسی تقاریر کا ذکر کریں گے جن میں قرآن مجید اور اسلامی تعلیمات کا حوالہ دیا گیا ہے۔ ان تقاریر کے مطالعہ سے یہ حقیقت کھل کر سامنے آئے گی کہ ہندو دھرم اور ہندو لیڈر کس طرح اقلیتوں کے ساتھ ناانصافی اور ظلم وزیادتی کرتے رہے ہیں۔

ڈان کے ایک مضمون کے ضمن میں مسٹر گاندھی کی اپیل کے جواب میں 11 مارچ 1942ء کو نئی دہلی سے قائداعظمؒ نے ایک بیان میں فرمایا:۔

”مسٹر گاندھی نے اپنے خطبہ میں زور دے کر کہا تھا کہ ”وسیع المشربی ہندومت کا ورثہ ہے“۔ بلاشبہ زبان اتنی نکھری ہوئی نہیں ہے جتنی مسٹر گاندھی لکھنے کی مہارت اور اہلیت رکھتے ہیں۔

خدا کی نظر میں دوسرے مذاہب سے متعلق سب لوگ ”مساوی“ ہیں لیکن کج نظر ہندو مذہب کی رو سے لوگ ”غیر مساوی“ پیدا ہوئے اور انہیں غیر مساوی حالت میں ہی زندہ رہنا ہے۔

وہ کہتے ہیں کہ پاکستان کے تحت ہندوؤں کا کیا حال ہوگا؟ کیا انہیں غیر مذہب ہونے

کی وجہ سے کچل دیا جائے گا؟

گاندھی کو میرا جواب یہ ہے کہ پاکستان میں ہندوؤں اور دیگر فرقوں کے لوگوں کے ساتھ جو مختلف عقیدوں اور نظریات کے حامل ہوں گے ''انسانی مساوات'' کی بنیاد پر سلوک کیا جائے گا۔

''اسلام'' ہمیں اپنے ساتھی لوگوں کے ساتھ ''مساوات کے سلوک'' کا حق دیتا ہے۔ ہندوؤں اور دیگر فرقوں کے لوگوں کے ساتھ عدل وانصاف بلکہ فیاضانہ برتاؤ کیا جائے گا۔ یہ ہر ذمہ دار مسلمان کا موقف ہے اور سب سے بڑی بات یہ ہے کہ یہی ہمیں سب سے بڑے مختار یعنی قرآن کریم اور رسول ﷺ کا حکم ہے''۔ [132]

اسی طرح پنجاب مسلم لیگ کانفرنس لائل پور کے اختتامی اجلاس سے اردو میں خطاب کرتے ہوئے 19 نومبر 1942ء کو قائداعظمؒ نے اعلان فرمایا:۔

''ہم اس ملک میں ''آبرومندانہ طریقے'' سے زندگی بسر کرنا چاہتے ہیں۔ ہم کسی ایسی حکومت کو ہرگز برداشت نہیں کریں گے جس میں ہمیں ''محکوموں'' کی حیثیت دے دی جائے۔

میں مسیحی اور اچھوتوں اور ادھرم انجمنوں کو یقین دلاتا ہوں کہ ان کے اپنے اپنے ''مفادات'' کا پورا پورا ''تحفظ'' کیا جائے گا اور اعلیٰ ترین حاکم قرآن کریم کے احکام کے عین مطابق اقلیتوں کے ساتھ ''عادلانہ'' اور ''منصفانہ'' سلوک روا رکھا جائے گا''۔ [133]

''اقلیتوں'' کے حقوق کے تحفظ اور ان کے ساتھ ''عادلانہ'' اور ''منصفانہ سلوک'' کا تذکرہ کرتے ہوئے قائداعظمؒ نے اسماعیل کالج بمبئی کے طلبا سے خطاب کرتے ہوئے یکم فروری 1943ء کو اس بات کی تردید کی کہ:۔

''مسلم لیگ مذہبی حقوق کے لیے لڑ رہی ہے یا یہ ایک فرقہ وارانہ تنظیم ہے ان معنی میں جن معنی میں ہندو اسے سمجھتے ہیں؟

''مسلمانوں کے مذہبی حقوق تو ان کی روح اور جسم پر مُرتسم ہیں اور انہیں کوئی نہیں چھین سکتا''۔

یہ ایک تاریخی حقیقت ہے کہ ''مسلمان ایک قوم ہیں'' لہٰذا ہماری ''اپنی ریاستیں'' ہونی

چاہئیں۔ ہندوؤں کے لیے بہترین موقع ہے کہ وہ ہند کے تین چوتھائی علاقے کو اپنی آبادی سمیت تحویل میں لے لیں، اپنا وطن قائم کریں اور اپنی معاشرت کے مطابق بود و باش اختیار کریں اور اپنی "اقلیتوں" کے ساتھ وہ سلوک روا رکھیں جو ایک مہذب حکومت رکھ سکتی ہے۔

جہاں تک ہمارا تعلق ہے ہم یہ اعلان کرتے ہیں اور یہ ضمانت دیتے ہیں کہ نہ صرف ہم تمہاری اقلیتوں کے ساتھ اس طرح سلوک کریں گے جس طرح کا سلوک ایک "مہذب حکومت" کو کرنا چاہیے بلکہ اس سے بہتر کیونکہ یہ قرآن کریم کا حکم ہے کہ "اقلیتوں کے ساتھ حُسنِ سلوک سے پیش آؤ۔"[134]

حوالہ جات

باب اوّل:

1- Quaid-i-Azam as seen by his Contemporaries, compiled by Jamil-ud-din Ahmad, 1966, page 43)

2- The Trail Blazer, compiled by Sardar Muhammad Chaudhry. Nazaria-i-Pakistan Foundation, Lahore, 2001-Page 73.

3- قائداعظمؒ اورتحریک پاکستان مؤلفہ محمد حنیف شاہد صفحہ 14

4- بمبئی ڈسٹرکٹ گزیٹیئر جلد 9 حصہ دوم

5- مسلم لیگ' قائداعظمؒ اور تحریک پاکستان مؤلفہ راقم الحروف۔نشریات' لاہور 2006ء' صفحہ 61

6- حوالہ مذکور' صفحات 64,63

7- مسلم لیگ' قائداعظمؒ اورتحریک پاکستان مؤلفہ راقم الحروف' صفحہ 69

8- قائداعظمؒ کی شخصیت کا روحانی پہلو مرتب ملک حبیب اللہ 1988ء صفحات 7,6

9- قائداعظمؒ کی شخصیت کا روحانی پہلو مرتب ملک حبیب اللہ 1988ء' صفحات 34,33

باب دوم:

10- قائداعظمؒ کا پیغام' طلبا کے نام' مؤلفہ راقم' صفحہ 20

11- اسلام اور قائداعظمؒ مؤلفہ محمد حنیف شاہد، 1991ء صفحات 34 تا 39

12- کلیات اقبالؒ اردو (بال جبریل) مؤلفہ علامہ ڈاکٹر محمد اقبالؒ 1972ء' صفحہ 332

13- ماہنامہ نظریہ پاکستان' جنوری 2006ء' صفحات 7 تا 9

14- Tributes to Quaid-i-Azam, edited by M.H.Shahid, Sang-e-Meel, Publications, 1976.pp.205 and 207.

15- "And undoubtedly", he added, "the Quaid-i-Azam is the Head of the Muslim State of Pakistan."

16- اسلام اور قائداعظمؒ مؤلفہ راقم۔صفحات 72 تا 73

17- In Muslim terms, he (Quaid-i-Azam) was almost a 'MUJADDID', one of those reformers sent once in a century, as the pious believe, to reinterpret the 'FAITH' and guide the believers on the true path.

18- Tributes to Quaid-i-Azam, edited by M.H.Shahid, 1976. pp. 147 and 150

19- قائداعظمؒ معاصرین کی نظر میں مرتب جمیل الدین احمد، پبلشرز یونائیٹڈ لاہور **1956** صفحہ **228**

20- قائداعظمؒ اورتحریک پاکستان مؤلفہ محمد حنیف شاہد۔ صفحات 9,8

21- حوالہ مذکور صفحہ 3   22- حوالہ مذکور صفحہ 2

23- جناح: قائد مشرق مرتب محمد اسلام نشتر، صفحات 7,6,4

24- قرآن کریم: سورۃ آل عمران: 3، آیت 159

25- ماہنامہ نظریہ پاکستان جنوری 2004ء صفحہ 41

26- ماہنامہ نظریہ پاکستان جنوری 2004ء جلد 3 عدد 6، صفحہ 23

27- حوالہ مذکورہ صفحہ 23

باب سوم:

28- قرآن کریم: سورۃ آل عمران: 3، آیت 19

29- قرآن کریم: سورۃ آل عمران آیت 3؟

30- قرآن کریم: سورۃ آل عمران: 3، آیت 83

31- قرآن کریم: سورۃ آل عمران: 3، آیت 85

32- رحمت اللعالمینؐ قائداعظمؒ کی نظر میں مؤلفہ محمد حنیف شاہد صفحہ 77

33- قرآن کریم: سورۃ المائدہ: 5، آیات 16/15

34- قرآن کریم: سورۃ الانعام: 6 آیت 88

35- قرآن مجید: سورۃ الانعام: 6، آیت 104

36- قرآن کریم: سورۃ آل عمران: 3 آیات 73, 74

37- قرآن کریم: سورۃ الانعام: 6، آیت 54

38- قرآن کریم: سورۃ التغابن: 64، آیت 13

39- قائداعظمؒ: تقاریر و بیانات، جلد دوم، 1995ء صفحہ 197

40- قرآن کریم: سورہ البقرہ: 2 آیت 186

41- قائداعظمؒ: تقاریر و بیانات، جلد دوم، 1995ء صفحہ 283

42- قائداعظمؒ: تقاریر و بیانات، جلد دوم، 1997ء صفحہ 311

43- قائداعظمؒ: تقاریر و بیانات، جلد دوم، 1996ء صفحہ 513

-44 قرآن کریم: سورۃ آل عمران: 3 آیت 103

-45 کلیات اقبال اردو بانگ درا' تصویر درد' صفحہ 73

-46 کلیات اقبالؒ اردو بانگ درا' صفحہ 202

-47 رحمت اللعالمینؐ: تقریر سیرت: محمد علی جناح زیر اہتمام سید سرور شاہ گیلانی علیگ' دفتر تنظیم مساجد' محلہ مصری شاہ' لاہور۔ 1935ء' صفحہ 16

-48 گفتار قائداعظمؒ مرتب احمد سعید' نیشنل کمیشن برائے تاریخ' ثقافت و تحقیق' اسلام آباد' 1976ء صفحہ 238

-49 گفتار قائداعظمؒ مرتب احمد سعید' صفحات 251' 252

-50 قائداعظمؒ: تقاریر و بیانات' جلد سوم' 1998 صفحات 189' 190

-51 قائداعظمؒ: تقاریر و بیانات' جلد سوم' 1998ء' صفحہ 251

-52 دی ڈان 28 اکتوبر 1945ء نیز قائداعظمؒ: تقاریر و بیانات' جلد سوم' 1998ء' صفحات 491' 492

-53 قائداعظمؒ: تقاریر و بیانات' جلد چہارم' 1998ء' صفحات 475' 476

-54 گفتار قائداعظمؒ مرتب احمد سعید۔ قومی کمیشن برائے تاریخ' ثقافت و تحقیق اسلام آباد' 1976ء' صفحات 233' 234

-55 اسلام اور قائداعظمؒ مؤلفہ محمد حنیف شاہد 1991ء' صفحات 39، 40

-56 قائداعظمؒ: تقاریر و بیانات' جلد دوم' صفحہ 308

-57 قائداعظمؒ: تقاریر و بیانات' جلد چہارم' صفحہ 47

-58 قائداعظم محمد علی جناح: تقاریر و بیانات' جلد چہارم' صفحات 343، 346

-59 مسلم لیگ' قائداعظمؒ اور تحریک پاکستان مؤلفہ محمد حنیف شاہد نشریات' لاہور' 2006ء صفحہ 83

-60 رحمت اللعالمینؐ: قائداعظمؒ کی نظر میں' مؤلفہ محمد حنیف شاہد' **2006**ء' صفحات **168** تا **171**

-61 مسلم لیگ' قائداعظمؒ اور تحریک پاکستان مؤلفہ راقم' نشریات' لاہور۔ 2006ء صفحہ 90

-62 قائداعظمؒ اینڈ ہز ٹائمز: Quaid-i-Azam and his Times مرتب شریف المجاہد' جلد 1 صفحہ 5

-63 تفصیل کے لیے ملاحظہ فرمائیے: اسلام اور قائداعظمؒ مؤلفہ راقم صفحات **146** تا **157**)

-64 تفصیل کے لیے ملاحظہ فرمائیے: اسلام اور قائداعظمؒ مؤلفہ راقم' صفحات 22 تا 27

65- قائداعظمؒ کی اسلامی فکر مؤلف راقم مطبوعہ ماہنامہ نظریہ پاکستان' ستمبر **2006**ء' صفحہ **11**

66- اسلام اور قائداعظمؒ مؤلف راقم تفصیل کے لیے ملاحظہ فرمایئے صفحات 158 تا 167

67- ملاحظہ فرمایئے اقبالؒ اور انجمن حمایت اسلام مؤلف محمد حنیف شاہد' صفحات 130 تا 134

68- رحمت اللعالمین' قائداعظمؒ کی نظر میں مؤلف محمد حنیف شاہد۔ ماہ ادب' لاہور **2006**ء' صفحہ **24**

69- (Quaid-i-Azam and His Times, vol. 1. pp.348-349)

70- قائداعظمؒ: تقاریر و بیانات' جلد دوم' 1997 صفحات 322 تا 325ء' نیز دی بمبئی سینٹی نل 14 نومبر 1939ء اور دی سول اینڈ ملٹری گزٹ 15 نومبر 1939ء)

71- قائداعظمؒ: تقاریر و بیانات' جلد دوم' صفحات 326' 327

72- سٹینلے والپرٹ: جناح آف پاکستان اردو ترجمہ مطبوعہ قومی ڈائجسٹ' لاہور ستمبر 1991ء' صفحات 173ء 174

73- قرآن کریم سورۃ النسا: 4' آیات 174' 175

74- قرآن کریم: سورۃ الحجر: 15' آیت 9

75- قرآن کریم: سورۃ المائدہ: 5 آیت 67

76- قرآن کریم: سورۃ الانعام: 6' آیت 155

77- مشکوٰۃ شریف باب فضائل القرآن صفحہ 34

78- قرآن کریم: سورۃ بنی اسرائیل: 17 آیت 78

79- کنز الاعمال' جلد اول' صفحہ 128 و عظمت قرآن کریم مرتبہ ڈاکٹر محمد یونس' صفحہ 37

80- قرآن کریم: سورۃ القدر: 97' آیات 1 تا 5

81- قرآن کریم: سورۃ الدخان: 44 آیت 2

82- قرآن کریم: سورۃ الحشر: 59' آیت 21

83- عظمت قرآن کریم مؤلف ڈاکٹر محمد یونس' اسلام آباد' ادارہ تحقیقات اسلامی' 1988ء' صفحہ 31

84- قرآن کریم: سورۃ النساء: 4 آیت 82

85- کلیات اقبالؒ اردو ضرب کلیم' صفحہ 598/136

86- قائداعظمؒ: تقاریر و بیانات' 1998ء' جلد چہارم' صفحات 388 تا 390

87- خطبہ حجۃ الوداع سیدالمرسلین خاتم النبیین حضرت محمد ﷺ شائع کردہ ٹیکنیکل پبلشرز' لاہور' 1972ء' صفحہ 12

88- قائداعظمؒ: تقاریر و بیانات' جلد دوم' 1997ء صفحات 359' 368' 369

89- قرآن کریم سورۃ الاعراف:7 آیت 176

90- قرآن کریم سورۃ یونس:10 'آیت 24

91- ماہنامہ ''المعارف'' قائداعظم نمبر'نومبر-دسمبر 1976ء۔ صفحات 72 تا 74

92- قائداعظمؒ: تقاریر و بیانات' جلد سوم' 1998ء' صفحات 144 تا 145

93- شرح ارمغان حجاز (حصہ فارسی) مؤلفہ پروفیسر محمد یوسف سلیم چشتی صفحہ 116

94- قائداعظمؒ کا پیغام' طلبا کے نام مرتب محمد حنیف شاہد' 1994ء' صفحہ 73

95- قرآن کریم: سورۃ الدخان 44: آیت 3

96- قرآن کریم: سورۃ القدر: 97 'آیت 1

97- قرآن مجید: سورۃ الحجر: 15: آیت 9

98- قرآن کریم: سورۃ البروج: 85: آیات 21' 22

99- قائداعظمؒ: تقاریر و بیانات' جلد سوم' **1998**ء' صفحات **146' 149' 155' 161' 164' 171' 172**

100- قرآن کریم سورۃ التکویر 81 'آیت 27

101- قرآن مجید: سورۃ عبس 80: آیات 10' 11

102- قائداعظم: تقاریر و بیانات' جلد 4 'صفحات 70 تا 72

103- قرآن کریم: سورۃ البقرہ:2 'آیت 285

104- قرآن مجید: سورۃ النساء:4 'آیت 136

105- قائداعظمؒ: تقاریر و بیانات' جلد سوم' 1998ء' صفحات 473-474

106- ماہنامہ نظریہ پاکستان' جنوری 2004ء' جلد 3 عدد 6 'صفحہ 23'

107- حوالہ مذکورہ' صفحہ 23

108- (The Civil and Military Gazette, 27th July, 1943.p.2)

109- قرآن مجید: سورۃ المائدہ:5 'آیت 32

110- قائداعظمؒ پر قاتلانہ حملہ مؤلفہ راقم' 1976ء' صفحہ 20

111- قائداعظمؒ پر قاتلانہ حملہ مؤلفہ محمد حنیف شاہد' 1976ء' صفحات 17' 20

112- The Quaid-i-Azam and his monument" by Dr. Mumtaz Hassan, published in" Tributes to Quaid-i-Azam," edited by Muhammad Haneef Shahid, 1976. pp. 93,121

113- قائداعظمؒ: تقاریر و بیانات' 1998ء' جلد چہارم' صفحات 345-346

114- انسائیکلو پیڈیا قائد اعظمؒ مرتب زاہد حسین انجم' مقبول اکیڈیمی لاہور۔ صفحات 565, 566

115- ماہنامہ نظریہ پاکستان فروری 2002ء صفحہ 30 بحوالہ ملت کا پاسبان: محمد علی جناحؒ مؤلف علی سفیان آفاقی' 1997ء

116- مرقع قائد اعظمؒ مؤلفہ آغا محمد اشرف' لاہور' 1992ء نیز ماہنامہ نظریہ پاکستان فروری 2002ء' صفحہ 30

117- ماہنامہ نظریہ پاکستان فروری 2002ء' صفحہ 30 بحوالہ قائد اعظمؒ: گفتار و کردار مؤلفہ سعید راشد' 1986ء

118- ماہنامہ نظریہ پاکستان فروری 2002ء' صفحہ 30 بحوالہ مقام و احترام قائد اعظمؒ مؤلفہ محمد سلیم ساقی' 1995ء

119- انسائیکلو پیڈیا قائد اعظمؒ مرتب زاہد حسین انجم' مقبول اکیڈیمی لاہور' صفحہ 656 بحوالہ روزنامہ زمیندار لاہور 12 ستمبر 1945ء

120- ماہنامہ نظریہ پاکستان فروری **2002**ء صفحہ **31** بحوالہ کردار قائد اعظمؒ مؤلفہ منشی عبدالرحمٰن' **1983**ء

121- قائد اعظمؒ: چند یادیں' چند ملاقاتیں مؤلفہ آفتاب احمد بحوالہ نظریہ پاکستان' فروری 2006ء' صفحہ 3

122- ماہنامہ نظریہ پاکستان فروری 2002ء' صفحہ 31 بحوالہ قائد اعظمؒ: گفتار و کردار مؤلفہ سعید راشد' 1988ء

123- گفتار قائد اعظمؒ مرتب احمد سعید' 1976ء' صفحات 216,212

124- سورہ یونس: 27/10۔ 125- قرآن مجید: سورۃ آل عمران 159/3

126- قرآن کریم: سورۃ الشوریٰ: 38:42

127- قرآن کریم: سورۃ الانفال: 8 : آیت نمبر 1

128- روزنامہ نوائے وقت لاہور 24 ستمبر 2006ء

129- قائد اعظمؒ: تقاریر و بیانات' جلد سوم' صفحہ 317

130- نظریہ پاکستان' فروری 2003ء' صفحہ 25

131- مکاتیب بہادر یار جنگ' بہادر یار جنگ اکادمی' کراچی' 1967ء' صفحات 574 تا 576

132- قائد اعظمؒ: تقاریر و بیانات' جلد سوم' 1996ء' صفحات 40,39

133- قائد اعظمؒ: تقاریر و بیانات' جلد سوم' 1996ء' صفحات 122,121

134- قائد اعظمؒ: تقاریر و بیانات' جلد سوم' 1996ء' صفحات 135,34